

جاسوسی دنیا نمبر 2

# خوفناک جنگل

(مکمل ناول)

## پیشہ

جاسوسی دنیا کا دوسرا ناول ”خوفناک جنگل“ ملاحظہ فرمائے۔ جس کے اب تک بیسوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کہانی جنگل میں ایک عورت کی لاش سے شروع ہوتی ہے اور پھر محیر العقول اور سننی خیز واقعات کے جھرمٹ میں آگے بڑھتی ہوئی اپنے مقفلی انجام کو پختھی ہے۔ یہ فریدی اور حمید کے ابتدائی دور کی کہانی ہے۔ جب انہیں موجودہ دور کی سہوتیں اور وسائل میرنے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ فریدی کی ذہانت اور اس کی بھرپور شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ وہ کس ہوشیاری اور نقیاتی طریقے سے مجرم پر ہاتھ ڈالتا ہے اسے دیکھ کر آپ حیران رہ جائیں گے۔

تفریحی ادب میں ابن صفائی کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ ان کی تحریروں میں قانون کی بالادستی مجرموں کی بخش کرنی اور ہلکے ہلکے طرز و حراج کی چاٹنی آپ کو ہر جگہ ملے گی۔ یہ بات بلا کسی خوف تردید کی جاسکتی ہے کہ اردو میں این منفی سے زیادہ کوئی اور مصنف نہیں پڑھا گیا اور نہ ہی تعداد کے اعتبار سے ان کی تصانیف کے ہدف کو کوئی دوسرا عبور کر سکا ہے۔

اب ”خوفناک جنگل“ پڑھئے اور ابن صفائی کے فن کو داد دیجئے۔

## جنگل میں فائر

گریوں کی ایک تاریک رات تھی۔ کوتولی انچارج انپکٹر سدھیر گھنٹوں کروٹیں بدلتے  
کے بعد بخشش آدھا گھنٹہ سوئے ہوں گے کہ ایک سب انپکٹر نے آ کر جگا دیا۔  
”کیا ہے بھائی، کیا آفت آگئی۔“ وہ جھلاتے ہوئے بولے۔

”کیا ہتاوں صاحب عجیب مصیبت میں جان ہے۔ شاید پھر کوئی قتل ہو گیا ہے۔“ سب  
انپکٹر نے کہا۔

”شاید قتل ہو گیا ہے.....؟ کیا مطلب.....؟“

”ایک آدمی دھرم پور کے جنگلوں میں ایک لاش دیکھ کر اطلاع دینے آیا ہے۔“

”اس وقت دھرم پور کے جنگلوں میں اس آدمی کو کیا کام، میرے خیال سے دونج رہے  
ہوں گے۔“ انپکٹر سدھیر نے شب خوابی کا لبادہ اتارتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس سے سوالات نہیں کئے۔ سیدھا یہاں چلا آیا۔“ سب انپکٹر نے جواب دیا۔

دونوں تیز قدموں سے چلتے ہوئے دفتر پہنچے۔ انپکٹر سدھیر نے اطلاع لانے والے اجنبی  
کو گھور کر دیکھا۔ وہ ایک خوش پوش نوجوان تھا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نظر آ رہے  
تھے۔ نائل کی گردہ ڈھملی ہو کر کار کے پیچے لٹک آئی تھی۔ بالوں پر جبی ہوئی گرد سے ظاہر ہو رہا تھا۔

کروہ بہت دور کا سفر کر کے آ رہا ہے۔ اس کی سانس ابھی تک پھول رہی تھی۔

”کیوں صاحب..... کیا بات ہے؟“ سدھیر نے کڑے لجھے میں پوچھا۔

”میں ابھی ابھی..... دھرم پور کے جنگل میں ایک عورت کی لاش دیکھ کر آ رہا ہوں۔“ اس

نے پیشانی سے پیسند پوچھتے ہوئے کہا۔

”لیکن آپ اس وقت دھرم پور کے جنگل میں کیا کر رہے تھے۔“ سدھیر نے کہا۔

”میں دراصل جلال پور سے واپس آ رہا تھا۔“

”جالال پور سے.....؟ جلال پور یہاں سے تقریباً میں میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کس

سواری پر آ رہے تھے؟“

”موڑ سائیکل پر..... جب میں جوزف روڈ سے پٹیر روڈ کی طرف مڑنے لگا تو میں نے

سردک کے کنارے ایک عورت کی لاش دیکھی۔ اس کا بلاوز خون سے تر تھا۔ اُف میرے

خدا..... کتنا بھیاںک مظہر تھا..... میں زندگی بھرنہ بھلا سکوں گا۔“

”تو آپ جلال پور میں رہتے ہیں۔“

”جی نہیں..... میں یہیں اسی شہر میں رہتا ہوں۔ ایک دوست سے ملنے جلال پور گیا تھا۔“

”تو اتنی رات گئے وہاں سے واپسی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔“

”جباب والا! میں یہ قتل خود کر کے آپ کو اطلاع دینے نہیں آیا۔“ انجی نے قدرے

جنجنگلا کر کہا۔

”میں نے ایک لاش دیکھی اور ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھا کہ پولیس

کو اطلاع دے دوں۔“

”ثاراض ہونے کی ضرورت نہیں.....!“ سدھیر نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں بھی اپنا فرض

ہی ادا کر رہا ہوں..... آپ کا کیا نام ہے؟“

”مجھے رندھیر سنگھ کہتے ہیں۔“

”آپ کیا کام کرتے ہیں؟“

”اُف میرے خدا! میں نے یہاں آ کر سخت غلطی کی۔“ اجنبی نے قدرے پریشانی کے لہجے میں کہا۔ ”ارے صاحب میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔“  
 ”چلنا تو پڑے گا ہی..... خیر اچھا آپ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں، پھر کسی..... داروغہ تھی ذرا جلدی سے تم کاشیلوں کو تیار کر لجئے اور اس وقت ڈیوٹی پر جو ذرا سیور ہوا سے بھی بلوا لجئے۔“

تحوڑی دیر بعد پولیس کی لا ری پیشہ روڈ پر دھرم پور کی طرف جا رہی تھی۔ رات حد درجہ تاریک تھی۔ نائٹ میں لا ری کی آواز ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے بے شمار خبیث ارواح ایک ساتھ مل کر چیخ رہی ہوں۔ لا ری کے بر قی لیپیوں کی روشنی دور تک سڑک پر پھیل رہی تھی۔ سڑک کے موڑ سے تقریباً دو فرلانگ ادھر ہی ایک بڑا سا درخت سڑک پر گرا ہوا نظر آیا۔  
 ”ارے یہ کیا.....؟“ اجنبی چونک کر بولا۔

لا ری درخت کے پاس آ کر رک گئی۔

”میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی آدھ گھنٹہ قبل جب میں ادھر سے گزر ہوں تو یہ درخت یہاں نہیں تھا۔“ اجنبی نے پریشان لجئے میں کہا۔  
 سب لوگ لا ری سے اتر آئے۔

”آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ آپ کی بات پر کے یقین آئے گا۔ ظاہر ہے آج آندھی بھی نہیں آئی۔ یہ بھی صاف ہے کہ درخت کاٹا گیا ہے اور آدھ گھنٹے میں اتنے موٹے تھے والے درخت کا کٹ ڈالنا آسان کام نہیں۔“

”اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔“ اجنبی نے اپنے نیک ہونتوں پر زبان پھر تے ہوئے کہا۔

”خیر یہ بعد میں سوچا جائے گا۔“ کوتولی انجارچ تیز لجئے میں بولا۔ ”اب وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟“

”زیادہ سے زیادہ دو ڈھانگ فرلانگ.....!“ اجنبی نے جواب دیا۔

لاری و ہیں چھوڑ کر یہ پارٹی تاریخ کی روشنی میں آگے ہو گئی۔ تاریک سڑک پولیس والوں کے بھاری مجرم جتوں کی آواز سے گونج رہی تھی۔

”اُف میرے خدا.....!“ اجنبی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ کوتولی انجاراج بولا۔

”کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔“ اجنبی نے بے چینی میں اپنی ٹاک رگڑتے ہوئے کہا۔

”اے مبشر! تمہارا مطلب کیا ہے۔“ کوتولی انجاراج نے گرج کر کہا۔

”میں نے وہ لاش تیہیں دیکھی تھی.....مگر.....مگر.....!“

”مگر مگر کیا کر رہے ہو.....یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”بھی تو حیرت ہے۔“

”سرکار یہاں بھوت پریت بھی بکثرت رہتے ہیں۔“ ایک کاشیل منہائی ہوئی آواز

میں بولا۔

”یکومت!“ کوتولی انجاراج جیخ کر بولا۔ ”اس کا غصہ اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا۔“

”میں تو بڑی مشکل میں پھنس گیا۔“ اجنبی گلوگیر آواز میں بولا۔

”ابھی کہاں.....اب پھنسیں گے آپ مشکل میں۔“ کوتولی انجاراج نے جنگ لجھ میں کہا۔ ”خواہ تجوہ پریشان کیا، کیا تم نے رک کر قریب سے لاش دیکھی تھی۔“

”جی ہاں.....اس کے سینے سے خون ابل رہا تھا۔“

”عجیب لاش تھی کہیں زمین پر خون کا دھبہ تک دکھائی نہیں دیتا۔“ کوتولی انجاراج نے

چک کر تاریخ کی روشنی میں زمین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں قسم کھا کر.....!“

”بس بس.....رہنے دو۔ خواہ تجوہ وقت بر باد کرایا۔“ کوتولی انجاراج نے اس کی بات

کاٹتے ہوئے کہا۔

”میں کہتا ہوں سرکار بھوت.....!“

”نمایاں.....!“ اچانک فائر کی آواز نے سب کو بوکھلا دیا۔ کوتولی انچارج کا ہاتھ پستول کے کیس میں پر تھا کہ دوسرا فائر ہوا۔ پھر تیسرا..... چوتھا..... اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت سے آدمی بیک وقت بندوقیں چلا رہے ہوں۔ کوتولی انچارج اور سب انپکٹر نے اپنے پستول نکال کر درختوں کی آڑ لے لی۔ لیکن انہیں جلدی وہاں سے بھاگنا پڑا کیونکہ ان کے پیچھے سے بھی فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ دھنٹا ایک چینی نائی دی۔ پھر دوسری اور ایک سپاہی لڑکڑا کر گر پڑا۔ پھر انہوں کر بھاگا۔ یہ لوگ بدقت تمام لاری تک پہنچ گئے۔ جس وقت ڈرائیور لاری بیک کر رہا تھا قریب ہی سے دوبارہ فائر ہونے شروع ہو گئے۔

لاری تیز رفتاری سے شہر کی طرف جاری تھی۔ فائر اب تک نائی دے رہے تھے۔ ایک سپاہی کے بازو پر گولی گلی تھی۔ وہ سیٹ پر پڑا کر اہ رہا تھا۔

”لیکن..... وہ..... وہ کہاں گیا۔“ سب انپکٹر نے بھراں ہوئی آواز میں کہا۔

”جہنم میں.....!“ کوتولی انچارج نے لٹک لجھے میں کہا۔ ”مجھ سے زیادہ احتقش شاید روئے زمین پر نہ ملے۔ آخر میں اچھی طرح اطمینان کئے بغیر اس کے ساتھ چلا کیوں آیا۔ کم بخت کا پیہ بھی تو معلوم نہ ہو سکا۔ ہم لوگوں کی جان لینے کی ایک بہتری سازش تھی۔“

”مگر صاحب..... وہ کسی طرح بھی جھوٹا نہیں معلوم ہوتا تھا۔“ سب انپکٹر نے کہا۔

”بائیس سال سے اس محلے میں جنک نہیں مارتا رہا داروغہ جی۔“ کوتولی انچارج نے خلک لجھے میں کہا۔ ”ابھی آپ کا تجربہ ہی کتنا ہے۔ میں ایک میل سے مجرم کی بوستگہ لیتا ہوں۔ وہ شروع ہی سے مشکوک تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا کھلا کھا تھا۔ مگر یہ کسی بہت بڑے اور منتظم گروہ کا کام معلوم ہوتا ہے۔“

”ارے اس کا تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا۔“ سب انپکٹر جلدی سے بولا۔ ”واللہ بال بال فتح گئے۔“

”ابتہ بیچارہ کرن سنگھری طرح رُخی ہو گیا۔“ کوتولی انچارج نے کہا۔ ”اب میری کم جھے میں آ رہا ہے کہ میں پر نہندٹ صاحب کو اپنی اس حماقت کا کیا جواب دوں گا۔“

تحوڑی دیر بعد وہ سب چپ ہو گئے۔ البتہ کرن سنگھ کی کرایہں اب تک جاری تھیں۔ غیمت بھی تھا کہ گولی ہڈی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر بازو کے گوشت کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔

”کیوں نہ ہم لوگ پھر وہیں چلیں، اس طرح بھاگ لکھنا تو ٹھیک نہیں۔“ سب انپکڑ نے کہا۔

”پاگل ہوئے ہو۔“ انچارج بولا۔ ”ہمارے پاس دو پستولوں کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔

اُدھرنے جانے کتنے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ چند رہ نہیں سے کم نہ ہوں گے۔“

”عجیب حماقت ہوئی۔“ سب انپکڑ آہستہ سے بولا۔

## سرٹک پر جوتا

دوسرے دن صبح چھ بجے دھرم پورہ کا جنگل سلسلہ پولیس کے جوتوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ قرب و جوار کے دیہاتوں سے تقریباً تین سو آدمی شہبے میں گرفتار کئے گئے جن پر کوتالی میں بے تحاش لاٹھیاں اور جوتے بر س رہے تھے۔ ان میں سے کئی تو اتنی شدت سے پٹے تھے کہ انہیں غش آگیا۔ لیکن نتیجہ صفر..... کوئی خاص سراغ نہ مل سکا۔ آخر چار پانچ گھنٹوں کی مسلسل جانشناختی کے بعد معاملہ مجکھ سراغ رسانی کے پرورد دیا گیا۔

راج روپ نگر کیس کے شہرت یافتہ انپکڑ فریدی اور سرجنت حمید کو کوتالی پہنچ چکے تھے۔

واقعات کا علم انہیں پہلے ہی سے تھا لیکن انہوں نے کوتالی انچارج وغیرہ کے بیانات دوبارہ سئے اور ایک چکر دھرم پور کے جنگلوں کا بھی لگا آئے۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد جب وہ کوتالی واپس آئے تو کئی چہرے طریقے انداز میں ان پر مسکرا رہے تھے۔ فریدی تو اس قسم کے واقعات کو نہیں کرہا دیتا تھا۔ سرجنت حمید نے ناک بھوں چڑھائی۔ اسے امید تھی کہ فریدی جلد ہی کوئی سراغ لگا کر اس خفت سے چھپا چڑھائے گا۔ خود اس کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

سوچتے سوچتے دھندا اس کی آنکھیں چک اٹھیں۔

”انپکڑ صاحب.....!“ اس نے فریدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم لوگ بھی کتنے بدھو ہیں۔“

”کیا مطلب ہے۔“ فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”مطلوب کیا؟ وہی مثل ہے..... پچھل میں، ڈھنڈو را شہر میں۔ ارے لا حول والا..... کہنے کا مطلب یہ کہ ملزم کا سراغ مل گیا۔“ حمید نے چکلی بجا تے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں مجھ پر شہر ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”خرو وہ تو پرانی چیز ہے۔ میری پیٹھے ٹھوکنے ..... کہئے تو بتاؤ۔“

”مجھے افسوس ہے کہ اس وقت ٹھوکنے کی کوئی چیز میرے ہاتھ میں نہیں ختم ہتا۔“

”موڑ سائیکل..... ملزم نے اپنی موڑ سائیکل رات نہیں چھوڑی تھی تا۔“ حمید نے کہا۔

”بہت دری میں پنچے..... مجھے منج ہی کو خیال آیا تھا لیکن اس کی موڑ سائیکل قطعی ایسی نہیں ہو سکتی جو اس کا پڑنا شان ہتا۔“ فریدی نے سگار لگاتے ہوئے کہا۔

”پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے۔“ حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں کو تو ای انجارج کے ہمراہ وہاں پنچے جہاں رات ملزم نے اپنی موڑ سائیکل چھوڑی تھی۔ موڑ سائیکل ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔

”دیکھو..... میں نہ کہتا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”نمبر کی پلیٹ نکال لی گئی ہے۔“

”لیکن کہنی کا نمبر تو ضرور ہو گا۔“ حمید نے جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اور یہ بھی ریت

دیا گیا ہے۔“ فریدی نے قہقہہ لگایا۔ حمید بھی کھیانہ ہو کر ہنسنے لگا۔

”ہم لوگ زرے گھامز نہیں ہیں..... فریدی صاحب!“ کو تو ای انجارج نے ہمس کر کہا۔

”پہلے ہی دیکھ کر اطمینان کر چکے ہیں۔“

”لیکن نہ ہریے.....!“ فریدی نے زمین پر کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے ایک بات

نہ دیکھی ہو گی۔“

”کیا.....؟“

”بھی کہ کچھی کامبئر نہیں کوتواں میں اسی جگہ آج ہی کسی وقت صاف کیا گیا ہے۔“

”جی.....!“ کوتواں انجارج نے حیرت سے دیدے چھاڑتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں..... یہ دیکھئے۔ کیا آپ زمین پر لو ہے کی ریت نہیں دیکھ رہے ہیں۔“

”اونہ..... بڑی غلط ہوئی۔“ کوتواں انجارج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

”انہیں باریکیوں کے لئے تو ہم خاکساروں کو تکلیف دی جاتی ہے۔“ سرجنت حمید نے  
تن کرینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس سے کیا..... ملزم بہر حال ابھی تک پرده راز ہی میں ہے۔“ کوتواں انجارج  
نے جھنجلا کر کہا۔

”جی نہیں بس یہ سمجھئے کہ اب وہ ہماری جیب میں رکھا ہوا ہے۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”خیر دیکھا جائے گا۔ نہ گھوڑا دور نہ میدان۔“ کوتواں انجارج نے جانے کے لئے  
مڑتے ہوئے کہا۔

سرجنٹ حمید فاکس ٹراث کی دھن میں سیٹی بجانے لگا۔

فریڈی کا ذہن مختلف قسم کی گھنیاں سمجھانے میں مصروف تھا۔ آخر کار وہ کوتواں انجارج کو  
نمایا کر کے بولا۔

”داروغہ جی..... اب یہ بات تو اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ملزم یا ملزموں کا نشانہ آپ ہی تھے۔“

”کیوں..... میں ہی تھا۔“ کوتواں چونک کر بولا۔

”آپ کے بیان کے مطابق رات پانچ سب اسپکٹر اور چالیس سپاہی ڈیوٹی پر تھے۔ ان  
میں سے آپ کسی کو بھی منتخب کر سکتے تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو مارڈا لئے کا سوال  
ہی نہیں پیدا ہوتا اور ظاہر ہے کہ دھرم پور کوتواں ہی کے حلقوں میں ہے اس لئے قتل وغیرہ کے سلسلے  
میں موقع واردات پر آپ ہی کا پہنچنا یقینی ہو سکتا ہے۔“

”اوہ..... اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا۔“ کوتواں انجارج نے بے چینی سے کہا۔

”اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کا شہر کس پر ہے۔“

”بھلائیں کیسے بتاؤں..... شہر کا ہر بد معاش میرا دشمن ہو سکتا ہے۔“ کوتولی انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”بہر حال آپ ہمیں کوئی مدد نہیں دے سکتے۔“ حمید نے فس کر کہا۔

”حید صاحب میں آپ سے استدعا کروں گا.....!“

”حید تم چپ رہو۔“ انپکٹر فریدی نے حید کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”ہاں داروغہ جی کیا پڑیر روڈ کے چورا ہے کے قریب کوئی بستی بھی ہے؟“

”ہاں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، پھر من پور لیکن اسکا فاصلہ وہاں سے تقریباً چار فرلانگ ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ میں اس وقت وہاں جا کر تفیش کروں۔“ انپکٹر فریدی نے کہا۔

”لیکن آپ کو وہاں اس وقت صرف عورتیں اور بچے میں گے۔ وہاں کے سارے مردوں میں حوالات میں ہیں۔“

”تب تو اور بھی اچھا ہے۔“ حید نے اپنا ٹھلا ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔ فریدی نے اسے پھر گھور کر دیکھا اور وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ لیکن یہ سنجیدگی اتنی مفعک خیز تھی کہ جھلایا ہوا کوتولی انچارج بھی مسکراتے بغیر نہ رہ سکا۔ حید کی بے وقت کی ظریفانہ حرکتیں فریدی کو اکثر بُری کھل جاتی تھیں۔ اس کی اسی عادت کی بنا پر فریدی عموماً کہا کرنا تھا کہ وہ زندگی بھر ایک اچھا جاسوس نہیں بن سکتا۔

فریدی کو اس کی اس وقت کی بے شکلی باتوں پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ لیکن چند لمحوں کے بعد اس کا ذہن پھر اصل مقصد کی طرف آ گیا۔

پھر من پور کی طرف روانہ ہوتے وقت فریدی نے اس سب انپکٹر کو بھی ساتھ لے لیا جو رات والے حادثے میں کوتولی انچارج کے ساتھ تھا۔ آہتہ آہتہ تاریکی بڑھتی جاری تھی۔ انپکٹر فریدی کی کار سڑک چھوڑ کر کچھ راستے پر چلی جا رہی تھی۔

”انپکٹر فریدی صاحب! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ سب انپکٹر بولا۔“ خود آپ

بھی ہوتے تو اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے بیان کی صداقت میں شبہ نہ کرتے۔“

”یہ سب کچھ درست ہے۔“ فریدی نے بجھا ہوا سگار سلاگاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میں اس کا سمجھ پڑنے کے بغیر ہرگز اس کے ساتھ نہ جاتا۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ سدھیر صاحب نے روائی لکھنے کی بھی زحمت گوارانہ کی۔“

”نہیں صاحب..... روائی تو لکھی گئی تھی۔“ سب انپکٹر نے جلدی سے کہا۔

”دارونڈھی میں کوئی بچہ تو ہوں نہیں۔ کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ روائی حادثے کے بعد لکھی گئی ہے۔“ فریدی نے بُرا اسمانہ بننا کر کہا۔

”خبر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ ہی نہیں..... آپ کا محکمہ یوں بھی ہم لوگوں کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا۔ لیکن یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ روائی حادثے کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ روزناچے میں اس نمبر کا کوئی کمرہ ہے ہی نہیں اور سرناج ہوٹل کا ایک ایک چپ پولیس کا دیکھا ہوا ہے اس جیسے بدنام ہوٹل کا نقشہ تو میرے خیال سے معمولی سے معمولی کاشیل کے ذہن میں بھی ہو گا کیونکہ پولیس متعدد بار اس پر چھاپ مار چکی ہے۔ اصل واقعہ مجھ سے سنئے۔ آپ لوگ بغیر پوچھ چکھ کے ملزم کے ساتھ چل پڑے تھے۔ بعد میں سدھیر صاحب کو اس غلطی کا احساس ہوا۔ واپسی پر جب وہ روائی لکھنے پیشے تو گھبراہٹ میں کرے کا نمبر لکھ گئے۔ میں نے کیس ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے روائی ہی دیکھی تھی۔ اس وقت سدھیر صاحب بھی موجود تھے۔ غالباً اسی وقت انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کے بعد ابھی تھوڑی دیر قبل ملزم کے طبقہ کے لئے مجھے دوبارہ روائی دیکھنی پڑی۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ کرے کا پہلا نمبر بلیڈ سے کھرچ کر اس کی جگہ دوسرا نمبر لکھ دیا گیا تھا۔ جس کی سیاہی کاغذ کھرد را ہو جانے کی وجہ سے پھیل گئی تھی۔“ فریدی خاموش ہو گیا اور سرجنت حیدر ہنسنے لگا۔

”صاحب یہ بات میری سمجھ میں تو آئی نہیں۔ واقعی آپ لوگ ہم لوگوں کے بارے میں

بہت بُرے خیالات رکھتے ہیں۔“ سب انپکٹر نے جھینپٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”ہم لوگ آپ لوگوں کے بارے میں بُرے خیالات رکھنے پر مجبور ہیں۔ آخر کوئی حد بھی ہے۔ کوتولی میں رکھی ہوئی موڑ سائیکل کا نمبر کوئی ریت کر چلا جائے اور آپ لوگوں کو خبر بھی نہ ہو۔“

”واقعی یہ چیز ضرور حیرت انگیز ہے۔“ سب انپکٹر نے کہا۔

”اور اسی بناء پر میرا خیال ہے کہ کوتولی کا کوئی فرد سدھر صاحب کی جان کا دشمن ہے یا پھر ان کے دشمنوں سے ملا ہے۔ کوئی باہر کا آدمی اتنی ہمت نہیں کر سکتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ کا خیال درست ہے لیکن وہ کون ہو سکتا ہے۔“

”یہی تو دیکھنا ہے۔“

کار پھین پور میں داخل ہو رہی تھی۔ وہاں تقریباً دو گھنٹے تک چجان میں کرنے کے بعد بھی کوئی سراغ نہیں سکا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے فائروں کی آوازیں سن تھیں۔ لیکن یہ ان کے لئے کوئی تینی بات نہ تھی کیونکہ وہاں آئے دن شکاریوں کی بندوقیں چلا ہی کرتی تھیں۔

واپسی میں سب انپکٹر نے فریدی سے کہا۔

”انپکٹر صاحب کیا بتاؤں۔۔۔ واقعی ہم لوگوں نے سخت غلطی کی کہ ملزم کا پہ معلوم کئے بغیر اس کے ساتھ چلے گئے اور یہ بھی صحیح ہے کہ روائی حادثے سے بعد لکھی گئی تھی۔“

”لیکن مجھے امید ہے کہ آپ لوگ یہ بات اپنے ہی تک رکھیں گے۔“

”مگر یہ کیسے ممکن ہے۔“ حمید جلدی سے بولا۔

فریدی خاموش تھا۔ اس کی نگاہیں باہر اندر ہی رہے میں بھلک رہی تھیں۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگار بجھ چکا تھا۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ کے باوجود بھی کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اس کی تفییش کا ایک دن اس طرح پائی ہو رہا تھا۔

”اگر میں نے اس کی کوئی خاص ضرورت نہ کیجی تو اسے راز ہی رکھوں گا۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا اور سگار لے گانے لگ گیا۔

”شکریہ.....!“ سب انپکٹر نے اطمینان کا سائنس لیا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔

کار کی برقی روشنی تاریکی کا سیدھہ چیرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ یکفت سڑک کے باہمیں کنارے کی جھاڑیوں سے تین چار گیڈڑ نکل کر سڑک پار کرتے ہوئے دامیں کنارے کی جھاڑیوں میں گھس گئے۔ انہیں سے ایک کے منہ میں دلبی ہوئی کوئی چیز سڑک پر گرد پڑی۔ کار تیزی میں اسے رومندی ہوئی آگے نکلی جا رہی تھی کہ دھغا فریدی چینا۔ ”حمد..... روکو..... روکو۔“ کار ایک جھٹکے سے روک گئی۔

”کیا بات ہے۔“ انپکٹر حیرت زدہ لبجھ میں بولا۔

”آئیے..... آئیے حمید ذرا مجھے ٹارچ دینا۔“ فریدی نے کار سے اترے ہوئے کہا۔ ٹارچ کی روشنی سڑک پر پڑے ہوئے جوتے کے گرد دائرہ بنا رہی تھی۔

فریدی نے جوتے کو اٹھا کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔

”جوتا تو نیا معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں کیسے آیا۔“ حمید نے کہا۔

”یہ انہیں گیدڑوں میں سے ایک کے منہ میں دبا ہوا تھا۔“ فریدی جوتے پر نظریں جماں آہستہ سے بولا۔ اس کے ذہن میں خیالات کا تارسا بندھ کر رہ گیا تھا۔ اس تھوڑے سے وقٹے میں یکے بعد دیگرے نہ جانے کتنے خیالات آئے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں جھاڑیوں سے الجھتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ حمید اور سب انپکٹر بھی اس کے چیچھے چیچھے چل رہے تھے۔ انہیں اس کے اس رویہ پر سخت حیرت تھی، لیکن وہ خاموش تھے۔

دھغا فریدی رک گیا۔ جھاڑیاں ہٹا کر وہ دوسری طرف کچھ دیکھ رہا تھا۔ سب انپکٹر اور حمید بھی رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد فریدی مڑکر بولا۔ ”داروغہ جی آپ بھتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ سب انپکٹر نے کہا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس پر کچھی

طاری ہو گئی۔

”مطلوب یہ کہ اگر آپ اس وقت اس جنگل میں کسی جگہ ایک آدمی کی ناگزین کے اندر سے نکلی ہوئی دیکھ لیں تو آپ کا کیا حال ہو۔“

” غالباً روح نفس عصری سے پرواہ کر جائے۔“ حمید نہیں کر بولا۔

” اچھا تو پہلے تم ہی آؤ.....!“ فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔

حمید آگے بڑھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اسے یہچے دھکیل دیا ہو۔ وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

” صض ..... ضرور ..... بھجو ..... ت ..... !“ حمید ہٹلانے لگا۔

” بس رخصت ہو گئی ساری شرارت ..... !“ فریدی نے نہیں کر کہا۔ ” آئیے داروغہ جی

آپ بھی دیکھئے۔“

” جی ..... جی ..... میں ..... !“ داروغہ جی حمید کی حالت دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکے۔

” بھی کمال کر دیا آپ لوگوں نے۔ آئیے میرے ساتھ۔“ فریدی کہتا ہوا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ حمید اور سب انسپکٹر کو بھی طوعاً و کرہاً ساتھ دینا ہی پڑا۔ ایک جگہ تھوڑی کھدی ہوئی زمین سے ایک انسانی بیبر باہر نکلا ہوا تھا۔ چلوں کا پائیچا کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور ننگے پاؤں میں بھی بھی خراشیں تھیں۔

” کیا سمجھے۔“ فریدی اپنے دونوں خوفزدہ ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

دونوں خاموشی سے اس کامنہ تکتے رہے۔

” یہ جوتا اسی پیر کا ہے۔ گیدڑوں نے یہاں کی زمین کھودی ہے۔ وہ لاش کی ایک ناگ نکال پائے تھے کہ موڑ کے شور کی وجہ سے انہیں بھاگنا پڑا۔ غالباً وہ اس کی ناگ کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی جدوجہد میں اس کا جوتا اتر گیا اور ایک گیدڑ لے بھاگا۔“

” ارے بھی ..... یوں کھڑے میری صورت کیوں دیکھ رہے ہو۔“

” جو بتائیے وہ کیا جائے۔“ سب انسپکٹر اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

”آدمی ہٹا کر اسے نکالیں۔“ فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”حمد تم نارج دکھاؤ۔“

فریدی اور سب انپکٹر نے مٹی ہٹانی شروع کی۔ ایک گھنٹے کی محنت کے بعد وہ لاش کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

”ارے.....!“ سب انپکٹر چونک کر چیچھے ہٹ گیا۔

”کیا بات ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ وہی ہے، خدا کی قسم وہی ہے۔“ سب انپکٹر بے اختیار جیخ اٹھا۔ ”وہی جو ہمیں کل رات یہاں لايا تھا۔“

”بہر حال.....!“ فریدی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ ”بعض اوقات میرے ہوائی قلعے بھی بچے ہو جاتے ہیں۔ مجھے شروع ہی سے اس کی امید تھی۔“

”براء عجیب واقعہ ہے۔ میری تو محل چکر کھا رہی ہے۔“ سب انپکٹر پریشانی کے لمحے میں بولا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک تینوں مختلف زاویوں سے لاش کے متعلق اطمینان خیال کرتے رہے۔ ”خیراب یہاں اس طرح کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ آئیے اسے اٹھا کر کارکٹ لے چلیں۔“ فریدی نے سگار ایک طرف چھینکتے ہوئے کہا۔

## پُرا سرار ضلع دار

اس نئے اکشاف پر دوسرے دن سارے شہر میں باچل جمع گئی۔ اب معاملہ حد درجہ چیزیدہ ہو گیا تھا۔ وہ شخص جسے لوگ مجرم سمجھ رہے تھے خود کسی کا ذکار ثابت ہوا۔ لاش ابھی تک کوتولی ہی میں تھی۔ فریدی اور چند دوسرے جاسوس لاش کا معاشر کر رہے تھے۔ متوالی ایک قبول صورت اور نوع آدمی تھا۔ لباس کی عمدگی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی متمول آدمی ہے۔ لیکن اس کے پاس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔ موڑ سائکل کا لائن

نمبر اور کمپنی کا نمبر..... دنوں پہلے ہی عائب ہو چکے تھے۔ فریدی سخت ابھن میں پڑ گیا تھا۔

”کیوں بھی حید کیا خیال ہے۔“ فریدی نے سرجت حید سے کہا۔

”ابھی تک تو خیال کا خیال بھی ندارد ہے۔“ حید نے کہا۔ ”لیکن یہ آپ کس طرح سمجھے کہ یہ آدمی مجرموں کا ساتھی نہیں تھا۔“

”تمہارے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا ذہن کی خاص لائے پر کام کر رہا ہے۔“

فریدی نے کہا۔

”کیا یہ ممکن نہیں کہ کوتالی انچارج کے قلعے نکلنے پر مجرموں نے اپنے ساتھی کو اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا ہوا کہ کہیں وہ پولیس کے ہاتھے چڑھ کر سارا راز بتانے دے۔“ سرجت حید نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔“ فریدی بولا۔ ”اندر ہرے میں سہوا بھی گولی گول جانے کا امکان ہے۔ ہاں یہ بھی درست ہو سکتا ہے لیکن یہ کیونکر مان لیا جائے کہ مجرموں کا ساتھی ہی تھا۔ محض اس لئے کہ ایسی صورت میں اسے دفن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر انہیں اس بات کا اندریشہ ہوتا تو وہ اس کی وجہ سے پہچان لئے جائیں گے تو وہ اسے کبھی کوتالی نہ سمجھے اور اگر انہیں اس کا خذش نہیں تھا تو پھر لاش کے دفن کرنے کی وجہ سمجھے میں نہیں آسکتی۔ دیکھو ایک لاش کا دفن کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے تمام انتظامات مکمل ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے کم از کم ایک گھنٹہ چاہئے۔ اگر وہ ان کا ساتھی تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود بھی اپنی جان دینا چاہئے تھے۔ یا بالکل ہی احتیق تھے کیونکہ انہیں اس کا بھی خیال نہ آیا کہ اتنی دری میں اگر پولیس والے کسی قریب کے گاؤں میں سے کچھ آدمی لے کر واپس آگئے تو کیا ہو گا۔ اس کی لاش دفن کر دینا ان کے لئے یقیناً بچاؤ کی صورت رکھتا تھا۔ جیسی انہوں نے اتنا برا خطرہ مول لیا۔ جیسا کہ تمہارا خیال ہے کہ یہ حرکت کسی منظم گروہ کی ہے۔ تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ایسا گروہ اپنے کسی پرانے یا آسانی سے پہچان لئے جانے والے آدمی کو ایسے کاموں کیلئے نہیں منتخب کرتا۔ اس کیلئے وہ ہمیشہ کسی نئے آدمی کو پھانتتا ہے تاکہ اگر وہ پکڑ لیا جائے تو کسی حکم کا کوئی راز ظاہر نہ ہو سکے۔“

"چلنے میں نے مان لیا۔" حمید نے کہا۔ "لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجرموں کو خاص طور سے اسی آدمی کو قتل کرنا تھا تو آخر اس قدر ہنگامہ برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے پولیس کو باقاعدہ چلتی کر کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ اس طرح انہوں نے باقاعدہ اپنے گلے ایک مصیبت ڈال لی۔ اگر اسے مارنا ہی مقصود تھا تو یوں ہی مار کر دفن کر دیتے۔"

"تمہاری ذہانت کا میں عرصہ سے قائل ہوں۔" فریڈی مسکرا کر بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ اس طرح انہوں نے پولیس کو غلط راستے پر لگانے کی کوشش کی ہو۔ فرض کرو کہ میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے تمہیں قتل کر کے دفن کر بھی دیا تمہاری گشادگی یقیناً کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو تمہارے متعلق سوچنے پر مجبور کر دے گی اور میرے قتل کر دینے کی وجہ اگر ایسی ہے جسے کچھ لوگ جانتے ہیں تو یہ قتل میرے لئے یقیناً بڑی مصیبت کا باعث ہو جائے گا۔ لیکن اگر مجھ میں ذرا سی بھی ذہانت ہے تو میں تمہیں چھپا کر قتل کرنے کی بجائے کھلم کھلاقل کر دوں گا۔ اب اس کا طریقہ سنو۔ فرض کرو تم دو بجے رات کو دھرم پور کے جنگلوں سے گزر رہے ہو اور مجھے مردہ سمجھ کر یقیناً پولیس کو اس کی اطلاع دینے جاؤ گے اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہاری قبر بھی میں پہلے ہی تیار کر رکھوں گا۔ جیسے ہی تم پولیس کو ساتھ لے کر آؤ گے تم لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے گی اور دوسروں کو بچاتے ہوئے صرف تم نشانہ بنائے جاؤ گے۔ گولیوں کی اندھادہ بند بوچھاڑ سے گمرا کر دوسرے لوگ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد میں تمہاری لاش پہلے سے کھدے ہوئے گزھے میں دفن کر دوں گا۔ واپسی میں جب پولیس والے تمہیں ساتھ نہ پائیں گے تو تمہارے متعلق ان کا شبہ یقین میں تبدیل ہو جائے گا اور وہ تمہیں مجرم سمجھ کر تمہاری لاش شروع کر دیں گے۔ اس طرح ایک طرف تو میں تمہیں قتل بھی کر دوں گا اور تمہیں ہی مجرم بھی بناؤ دوں گا اور خود مطمئن ہو کر مزے کروں گا۔ کیا سمجھے.....! اور پھر اگر میں زیادہ ذہین ہوا تو پولیس کے شہبے کو مزید تقویت دینے کے لئے تمہاری موڑ سائکل کے نمبر بھی عائب کر دوں گا۔ وہ بھی نجف کو تواںی سے..... لیکن افسوس صد افسوس کہ میں ان کم بخت گیدزوں کا کچھ نہ بگاڑ

سکون گا اور آخر کار انہی کی بدولت میری گرفتاری بھی عمل میں آجائے گی۔“

”مگر صاحب! نہ جانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ شخص مجرموں کا ساتھی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”بھی یہ ہے جاسوسی کا معاملہ..... عشق کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ دل کے فرمان پر عمل کیا جائے۔ یہاں تو صرف دماغ کی باتیں حلیم کی جاتی ہیں۔“ فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو سلگاتے ہوئے کہا۔

”خیر چلے! اگر میں اسے مان بھی لوں گا تو درخت والا معاملہ بجھے میں نہیں آتا۔ آدھے گھنٹے میں اتنے تناور درخت کو کاٹ گرانا قطعی ناممکن ہے۔“

”تو میں کب کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ درخت کے کاشنے کا کام صحی سے شروع کر دیا گیا ہو اور اس کا اتنا حصہ کاٹ کر چھوڑ دیا گیا ہو کہ بقیہ حصہ تھوڑی دری کی محنت سے کاٹ کر درخت گرایا جاسکے۔ تم نے شاید غور نہیں کیا..... اسی لائن کے کئی اور درخت بھی کاٹے گئے ہیں۔ غالباً یہ کام ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ حالانکہ مجھے اس میں شبہ ہے۔ بظاہر ڈسٹرکٹ بورڈ کے علاوہ کوئی اور ان درختوں کو قانوناً کٹوا بھی نہیں سکتا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی سرکاری ادارہ اپنی ذمہ داری پر اتنے بڑے درخت کو ایسی خطرناک حالت میں چھوڑ جائے جو آدھے گھنٹے کی محنت سے گرایا جاسکے۔ کیونکہ اتنا بھاری مجرم درخت ایسی حالت میں تیز ہوا کا ایک جھونکا بھی نہیں برداشت کر سکتا۔“

”واقعی مانتا ہوں۔“ حمید نے جبرت سے فریدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”واللہ آپ کو تو اسکاٹ لینند یا رڈ میں ہونا چاہئے تھا۔ یہ تو میں کہوں گا کہ ماہروں کی کوئی قدر نہیں۔ اب اسی کو دیکھ لیجئے کہ آپ آج تک چیف انسپکٹر نہ ہو سکے۔“

”تو میں چیف انسپکٹر ہونا کب چاہتا ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”چیف انسپکٹر ہونے کے بعد میری حیثیت ایک کلرک کی ہی ہو جائے گی اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں اس لائن میں پیسہ پیدا کرنے نہیں آیا اور نہ مجھے عہدوں ہی کالائی ہے۔ میرے پاس اتنا سرمایہ موجود ہے کہ

بیکار رہ کر بھی فارغ الالی کی زندگی بسر کر سکتا ہوں۔ اگر ہندوستان میں پرائیوریت جاسوسوں کے لئے قانون کوئی جگہ ہوتی تو مجھے اتنی درودسری مول لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں اسی حیثیت سے اپنی کھوجی طبیعت کو تکمیل دے لیتا۔“

”آپ کہیں گے میں چاپلوی کر رہا ہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ بعض اوقات تو میں یہ سوچنے لگتا ہوں کہ شاید آپ لو ہے کے بنے ہیں۔“

”اور بہت سے لوگ مجھے لو ہے کا چنانچہ سمجھتے ہیں۔“ فریدی نے فہم کر کہا۔

”لیکن یہ آج تک میری سمجھ میں نہ آیا کہ آخر آپ عورتوں سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔

شادی کیوں نہیں کرتے.....؟“

”پھر وہی عورت.....!“ فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”آخر تمہارے سر پر عورت کیوں سوار ہے۔ کہیں سے بات شروع ہو، آپ کی تاں ہمیشہ عورت ہی پڑھتی ہے۔ یہ کیا حماقت ہے۔“

”آپ اسے حماقت کہتے ہیں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”اچھا بکومت.....ابھی بہت کام کرنا ہے۔ چلوڈ مشرکٹ بورڈ کے دفتر چلیں۔“

ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ان دونوں کی آمد سے بھونچاں سا آگیا۔ معمولی سے چپراں سے لے کر چیزیں میں تک خود کو چور محسوس کرنے لگے۔ لوکل سیلگلور نمنٹ کے کسی بھی شبے کے دفتر میں کسی جاسوس کی غیر متوقع آمد وہاں کے کارکنوں کے لئے بڑی معنی خیز ہوتی ہے۔ ان کے سارے گزشتہ جرائم اور دھاندی بازیاں ان کی آنکھوں کے سامنے تاپنے لگتی ہیں اور ہر شخص غیر شوری طور پر ہٹکڑیوں کے جوڑے کا انتظام کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہاں فریدی کے کام کی نوعیت ہی کچھ اور تھی۔ دفتر کے عملے کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ان مزدوروں سے ملتا چاہتا ہے جو ہرم پور کے جنگلوں میں درخت کاٹ رہے تھے تو انکی جان میں جان آئی۔ ہرم پور کے جنگلوں کا حادث کافی مشہور ہو چکا تھا۔ اسلئے وہ یہی سمجھے کہ یہ لوگ ضمیم تعمیش کے سلسلے میں آئے ہیں۔

وہاں کے مزدوروں میں سے صرف دواں وقت موجود تھے۔ فریدی انہیں الگ لے گیا۔

”تم لوگوں نے ایک خطرناک غلطی کی ہے۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔

”دونوں کے چہرے فقیر ہو گئے ہو رہا ایک دوسرے کی طرف میں خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔“

”تم نے وہ درخت سڑک کی طرف کیوں گرایا تھا.....؟“

”صاحب! سڑک کی طرف تو ہم لوگوں نے کوئی درخت نہیں گرایا۔“ انہیں سے ایک بولا۔

”یاد کرو وہ پیپل کا درخت جو چورا ہے سے کچھ دور ہٹ کر تھا۔“

”نہیں صاحب! ہم اسی غلطی نہیں کر سکتے۔“

”خیر اگر تم نے گرایا نہیں تھا تو اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا تھا کہ درخت تیز ہوا چلنے پر خود بخود گرجائے۔“

”نہیں تو..... مگر صاحب۔“

”صاف صاف بتاؤ۔“ فریدی تیز لہجے میں بولا۔

”مجھ سے سنتے صاحب.....!“ دوسرا بولا۔ ”اب تو غلطی ہو گئی ہے۔ جو کچھ بھی پڑے

گی سختی ہی ہو گی۔“

”ہاں ہاں ڈر ڈر نہیں..... ہمیں غربیوں کا خاص طور پر خیال رہتا ہے۔ مگر سچائی شرط ہے۔“

فریدی اس کا شانہ تھکتے ہوئے بولا۔

”خدا آپ کو خوش رکھے..... ہم لوگ بالکل بے قصور ہیں۔ ہماری غلطی بس.....!“

”ہاں ہاں کہو۔“

”صاحب ہوا یہ کہ ہم چار آدمی اس درخت کو کاٹ رہے تھے۔ شام ہو گئی تھی اور درخت اتنا کٹ گیا تھا کہ اس کی ڈالوں سے ری پھسا کر اسے آسانی سے دوسری طرف گرایا جا سکتا تھا۔ ہم لوگ ستانے لگ گئے تھے اور ارادہ تھا کہ اب اسے دوسری طرف گردیں کر اچاک کسی کے چینے کی آواز آئی۔ ہم لوگ چونک پڑے۔ ایک آدمی ہمیں اپنی طرف دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ”ہائے مار ڈالا..... ہائے لوت لیا۔“ کہتا ہوا ہمارے قریب گر پڑا۔ ہم لوگوں کے پوچھنے پر

اس نے بتایا کہ وہ کوٹ آف وارڈ کا ضلع دار ہے۔ گاؤں سے روپیہ وصول کر کے لا رہا تھا کہ اچانک دو آدمیوں نے اسے مار پیٹ کر روپیہ چھین لیا۔ اس کے بیان کے مطابق حادثہ قریب ہی اسی وقت ہوا تھا۔ اس نے ہم چاروں غل مچاتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے راستے پر دوزنے لگے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ ایک جگہ وہ رک گیا اور ایک جھاڑی سے ایک تھیلی انھا کر ہمیں دکھائی اور کہا کہ اسی تھیلی میں روپے ہیں۔ شاید گھبراہٹ میں یہ ان بدمعاشوں کے ہاتھ سے گرفتی۔ اس نے وہ تھیلی زمین پر الٹ دی اور بینچ کر روپے گنتے لگا۔ واقعی اس تھیلی میں سینکڑوں روپے تھے۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ ہم اس کے ساتھ شہر چلیں کیونکہ وہ پولیس میں رپورٹ کرنا چاہتا ہے اور اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں راہ میں وہ بدمعاش پھرنہ مل جائیں۔ ہم لوگوں نے انکار کیا لیکن اس نے ہمیں سوروپے دینے کا وعدہ کر کے راضی کر لیا۔ ہم لوٹ آئے اور کلپاڑے وغیرہ سنجال کر شہر کی طرف چل پڑے۔ سوروپوں کے لائق نے ہمیں یہ بھی نہ سوچنے دیا کہ درخت کو خطرناک حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ شہر پہنچ کر اس نے کہا کہ اب پولیس میں رپورٹ کرنا بیکاری ہے۔ کیونکہ روپے تو مل گئے ہیں پھر وہ ہمیں ایک شراب خانے میں لے گیا۔ ہم لوگ کبھی بھی دلی شراب پی لیتے ہیں وہاں انگریزی شراب دیکھ کر ہمارے منہ میں پانی بھر آیا۔ ہم میں ایک ایسا بھی تھا جو شراب نہیں پیتا تھا، لیکن اور دوسری کھانے پینے کی عمدہ چیزیں دیکھ کر وہ بھی پینے پر راضی ہو گیا۔ ہمیں کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ ہم نے کتنی پی۔ بہر حال جب ہمیں ہوش آیا تو ہم نے خود کو ایک ویران قبرستان میں پایا۔ غالباً اس وقت رات کے تین نج رہے ہوں گے۔ یہ ہے سرکار ہماری رام کہانی۔ اب آپ جو سزا اچا ہیں دیں۔

”بہر حال.....!“ فرییدی لمبی سانس لیکر بولا۔ ”میں کوشش تو کروں گا کہ تم لوگوں پر کوئی آنحضرت آنے پائے۔ اچھا یہ تو بتائیے کہ تم نے اس ضلع دار کو اس سے پہلے بھی کبھی دیکھا تھا۔“

”بھی نہیں..... ہم نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔“

”اگر تم اسے دیکھو تو پہچان لو گے۔“

”اچھی طرح سرکار..... اچھی طرح۔“ دونوں بیک وقت بولے۔

”اچھا اس کا حلیہ تو بتاؤ۔“

”حلیہ کیا بتاؤں سرکار..... اچھا خاصاً لمبا تر نگا آدمی تھا۔ بڑی بڑی چڑھی ہوئی سیاہ موچھیں تھیں۔ آنکھوں پر نیلا چشمہ لگائے تھے۔ رنگ گورا تھا۔ انگریزی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بات بات پر بچوں کی طرح ٹھٹھا مار کر ہستا تھا۔ مگر صاحب اس کے دانت بڑے چمکلے تھے۔ مجھے اس کے دانت بالکل بھیڑیے کے دانتوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ ہنس کھکھ آدمی ضرور تھا لیکن ان دانتوں کی وجہ سے اس کی بھی بھی بڑی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔“

”تم اسے دیکھ کر پہچان لو گے۔“

”برابر سرکار.....!“

”اچھا دیکھو..... ابھی تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا ورنہ پھر میں تمہیں نہ پچا سکوں گا۔ اپنے ان دونوں ساتھیوں کو سمجھا دینا کہ اس کے متعلق کسی سے کوئی بات نہ کریں۔“

”محال ہے سرکار کہ آپ کے حکم کے خلاف ہو جائے۔ ہم لوگ بالکل چپ رہیں گے۔“  
اس کے بعد فریدی اور حمید وہاں سے روانہ ہو گئے۔

”کہو بھی اب کیا خیال ہے۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔

”بھلا آپ سے غلطی ہو سکتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”لیکن اب کیا کرنا چاہئے۔“

”بس دیکھتے رہو..... اب چلکی بجاتے مجرم ہماری گرفت میں ہوں گے۔“ فریدی نے سگار کیس سے سگار ٹکالے ہوئے کہا۔

”مگر یہ عورت کی لاش والا معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا.....!“ حمید نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

”یہ کوئی مشکل کام نہیں..... ایک عورت کی لاش تم نہایت آسانی سے تیار کر سکتے ہو۔ وہ لاش یقیناً نعلیٰ ہو گی۔“

”موڑ سائیکل کے نمبر والا معاملہ بھی عجیب ہے۔ خیر لائسنس کاٹاں تو مشکل کام نہیں۔“

کہپنی کا نمبر ریتنے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے اور حیرت تو اس پر ہے کہ کسی نے رہی ملنے کی آواز بھی نہ سنی۔“

فریدی کچھ سوچتے چوک پڑا۔

”حید! میں دراصل اسی لئے تمہیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، تمہارے اس سوال نے اچانک یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ لوسنو کیا تمہیں یاد نہیں کہ پرنسپلٹ صاحب کی کار بیگز گئی تھی اور ڈرائیور بار بار ان جن اشارت کر رہا تھا۔ اس انجھ کے شور میں بھلا ریتی کی آواز کیسے سنی جاسکتی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد کار بن سکی تھی۔ اب میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ موڑ سائیکل کا نمبر اسی دوران میں رینا گیا تھا لیکن ریتنے والا کون ہو سکتا ہے۔ کسی باہری آدمی کی ہمت نہیں پڑ سکتی۔“

”تو پھر آپ کا شک کس پر ہے۔“

”ابھی فی الحال یہ بتانا ذرا مشکل ہے۔“ فریدی نے سگار منہ سے نکالتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہ تم لوگ دھرم پور کے جنگل کا ایک چکر اور لگا آئیں۔ مجھ سے ایک زبردست غلطی ہوئی ہے۔ مجھے اس گڑھے کا جس سے لاش برآمد ہوئی تھی بغور جائزہ لینا چاہئے تھا۔ بہت ممکن تھا کہ کوئی کام کی بات معلوم ہو جاتی۔“

## شرابی گیدڑ

لاش برآمد ہونے کے بعد ہی سے دھرم پور کے جنگل میں سلح پولیس کے ایک دستے نے اپنے خیے گاؤ دیے تھے جس وقت انکے فریدی اور سرجٹ حید وہاں پہنچے تو انہوں نے انہیں جنگل میں گشت کرتے ہوئے پایا۔ ایک نے انہیں ٹوکا بھی لیکن دوسرا شاید ان دونوں کو پہچانتا تھا اس نے انہیں سلام کیا۔

”کیوں بھی کوئی خاص بات.....!“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں حضور ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔“ کاشیبل نے جواب دیا۔

”اس گڑھ کی طرف کوئی دکھائی تو نہیں دیا تھا.....؟“

”گڑھ مالا ہی نہیں۔“ کاشیبل نے گھبرا کر کہا۔

”کیا مطلب.....؟“ فریدی نے اسے کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں کیا ہدایت دی گئی تھی۔“

”حضور! ہم سے ایک گڑھ کے بارے میں کہا ضرور گیا تھا میں یہاں پہنچنے پر ہمیں کوئی گڑھ نہیں دکھائی دیا۔“

فریدی اور حمید تیزی سے جہازیوں کی طرف بڑھے۔ واقعی وہاں گڑھ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کسی نے گڑھ کو پاٹ کر زمین پر ابر کر دی تھی۔

”لیجھ..... یہ دوسرا رہی۔“ فریدی ہاتھ ملتے ہوئے مضطربانہ انداز میں بولا۔ پھر وہ دونوں کاشیلوں کی طرف مزکر بولا۔ ”ذرا اپنے انچارج کو تو بلاو۔“ دونوں چلے گئے۔

” مجرم حماقت پر حماقت کرتے چلے جا رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔“

”جی نہیں..... وہ ہماری حماقتوں سے فائدہ انھار ہے ہیں۔ کل رات ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک یہاں موجود رہنا چاہئے تھا جب تک کہ مسلح پولیس یہاں نہ پہنچ جاتی۔“

فریدی نے کہا۔ ”جانتے ہو کہ گڑھا پاٹ دینے کا کیا مطلب ہے؟“

حمد نے سر ہلا کیا۔

” مجرم کسی ایسے نشان کو مٹا گئے جس سے سراغ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔“

”تب تو بہت بُرا ہوا۔“ حمید نے کہا۔

تحوڑی دیر کے بعد پولیس کا انچارج آگیا۔

”کیوں صاحب! آپ کو کیا ہدایت دی گئی تھی۔“ فریدی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جناب والا ہم رات سے اس گڑھ کو علاش کر رہے ہیں۔“

”چیز ہی ایسی ہے کہ دھوکا کھانے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔“ فریدی نے حید کی طرف مرتے ہوئے کہا۔ ”سرسری طور پر دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یہاں کوئی گڑھا تھا ہی نہیں۔ اس جگہ سوکھی گھاس اس خوش اسلوبی سے بچھائی گئی ہے کہ اپنے اپنے دھوکا کھا جائیں۔“

”اس گھاس کو پھیلاتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ اس طرح ان کی انگلیوں کے نشانات قطعی محفوظ ہو جائیں گے۔“ حید نے کہا۔

”حید صاحب اتنی جلدی خوش فہمیوں میں بتانے ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اس مرتبہ بہت سی چالاک آدمیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ارے میاں ایسے موقعوں پر سڑا سے سڑا مجرم بھی دستانے استعمال کرتا ہے۔“

”بہر حال مجرم کی یہ دوسرا حماقت اس کے سراغ کے لئے کافی ہوگی۔ اگر کافی نہ بھی ہو تو کوئی نہ کوئی بات ضروری معلوم ہو جائے گی۔“ حید نے جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”سب سے پہلے یہ سوچتا چاہئے کہ لاٹ کا پتہ لگ جانے کے بعد گڑھے کو پانٹ کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔“ فریدی نے سگار کا دھواں چھلوں کی شکل میں نکالتے ہوئے کہا۔ ”بہت ممکن ہے کہ گڑھے میں کوئی ایسی چیز رہ گئی ہو جس سے مجرم کا سراغ مل جائے یا مقتول کی شخصیت پر روشنی پڑنے کا اندریشہ رہا ہو۔“

”لیکن ایسی صورت میں بھی گڑھے کو پانٹ کی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کام پولیس کے پہنچ جانے کے بعد ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ غالباً ہم لوگوں کے چڑھے جانے کے بعد ہی یہ حرکت کی گئی۔ اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔“

”جی ہاں! ہم لوگوں کے آنے سے پہلے ہی یہ سب کچھ کیا گیا۔ ورنہ ہم لوگ تو.....!“

”جی ہاں..... ورنہ آپ لوگ تو کافی مستعد رہے۔“ فریدی نے انچارج کی بات کاٹتے

ہوئے طنزیہ لمحے میں کہا۔ ”اچھا اب اسے دوبارہ محدود نے کا انتظام کرنا چاہئے۔“

انچارج نے تین چار کاشیبلوں کو بلا کر گڑھا محدود بننے کے لئے کہا لیکن ان لوگوں کے

پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے زمین کھودی جا سکتی۔ آخر کار یہ طے پایا کہ چھمن پور سے کچھ مزدور بلالے جائیں۔

”کیا اسے کھو دنے کے لئے آپ لوگوں کی تعلیمیں کافی نہیں۔“ حید نے کہا۔

”بعض اوقات معمولی باتیں بھی دیر میں سوچتی ہیں۔“ انچارج نے کھیانی ٹھی ہنتے ہوئے کہا۔

کاشیبلوں نے اپنی تعلیمیں سے زمین کھودنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کاشیبل کی تعلیمیں نے کسی چیز سے نکلا کر چھتا کا پیدا کیا۔

”مہرہو..... مہرہو.....!“ فریدی بحکمت ہوئے چینا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی مٹی ہٹانی شروع کر دی۔

”یہ لبھجے..... کوئی اور نئی مصیت.....!“ فریدی نے گزھے میں سے ایک ورنی تھیلا باہر

کھینچتے ہوئے کہا۔

”ارے یہ کیا.....!“ سب نے بیک وقت کہا۔

فریدی نے تھیلے کا منہ جوڑی سے بندھا ہوا تھا کھوں کرا سے زمین پر الٹ دیا۔ ”یامظہر

اعجائب.....!“ کہتا ہوا حید اچھل کر چھپے ہٹ گیا۔

یہ ایک گیدڑ کی لاش تھی جس کے منہ میں تمباکو پینے کا پاسپ دبا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ شراب کی دو خالی بوتلیں بھی برآمد ہوئیں جن میں سے ایک تعلیمیں لگنے سے ٹوٹ گئی تھی۔ گیدڑ کے سینے پر ایک کاغذ بندھا ہوا تھا جس پر غالب کا یہ قطع لکھا تھا۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

شرم تم کو سمر نہیں آتی

فریدی پر ٹھی کا دورہ پڑا۔ بقیہ لوگ حیرت سے کبھی اسے دیکھتے اور کبھی گیدڑ کی لاش کو۔

فریدی برابر نہے جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی ٹھی اتنی بھیاںک معلوم ہونے لگی کہ کئی ضعیف الاعتقاد کا نشیل وہاں سے چکے سے کھسک گئے۔ ان میں بیتھروں کا یہ خیال تھا بلکہ قرب و جوار میں مشہور بھی تھا کہ جنگل کا مخصوص حصہ بھوتوں کا اڈہ ہے۔ فریدی پر ایک طرح کی نش آور

کیفیت طاری تھی جسکے تحت وہ فنے ہی جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے قبیلے مصلح ہوتے گئے اور آخر کار وہ چکرا کر گر پڑا۔ حمید اور انچارج دوڑ کر اس کے قریب پہنچے۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

”اے یہ معاملہ کیا ہے؟“ انچارج نے گھبراہٹ میں کہا۔

”نہ جانے کیا بات ہے۔ میں خود چکر میں ہوں۔“ حمید نے فریدی کو چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”لیکن فریدی کے چہرے پر ہوش کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔“

”اب کیا کیا جائے۔“ حمید نے انچارج کی طرف دیکھ کر کہا۔

”حمد صاحب! اب تو میرا بھی سبھی خیال ہے کہ یہ ضرور کوئی شیطانی کارخانہ ہے۔“ انچارج نے لرزتے ہوئے کہا۔ ”گیدڑ کی لاش کا کیا مطلب اور پھر اسکے ساتھ شراب کی بوتلیں اور منہ میں دبا ہوا پاپ اور وہ شعر..... ایسی عجیب باتیں آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں۔“

”وہ تو سب کچھ ہے لیکن یہ بتاؤ کہ انپکٹر صاحب کو ہوش میں کس طرح لایا جائے۔“

حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سرکار یہ تو کوئی پھونک جھاڑ کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔“ ایک کاشیل بولا۔

”لغو.....!“ حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”اچھا انچارج صاحب آپ دو آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ میں انہیں اسی حالت میں شہر لے جاؤں گا۔“

حمید نے گیدڑ کی لاش اور بقیہ دو چیزیں وہیں پڑی رہنے دیں اور بیہوش فریدی کو کار میں ڈال کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ خود کار ڈرائیور کر رہا تھا۔ راستے میں ہی فریدی کو ہوش آگیا۔ وہ چھپلی سیٹ پر لیٹے ہی لیٹے بولا۔ ”حمید تم کہاں جا رہے ہیں۔“

”اوہ..... آپ ہوش میں آگئے۔“ حمید نے جلدی سے کار روکتے ہوئے مرڑ کر کہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور طویل انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔

”بڑا بھی انکاٹ پلاٹ تھا..... وہ گیدڑ اور بوتلیں کہاں۔“

”وہ تو میں وہیں چھوڑ آیا۔“

”اے.....!“ فریدی سیٹ پر اچھلتے ہوئے بولا۔ ”بڑے احتقہ ہوتم۔ چلو فوراً کار واپس

لے چلو، جلدی کرو۔“

کار دوبارہ واپس جا رہی تھی۔

”کہو بھائی کچھ اس کا مطلب سمجھ میں آیا۔“ فریدی نے کہا۔

”سمجھ میں سب کچھ آگیا، لیکن اگر کہوں گا تو خواہ تجوہ مجھے ہی احتیاج بناتا پڑے گا۔“

”آخر کچھ تو۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ جگہ ضرور بھوتوں سے بھری پڑی ہے۔“

”پھر وہی حماقت کی بات۔“

”میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا۔“

”تمہارا قصور نہیں ہر شخص یہی سمجھے گا۔ مجرم نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ

دوسری چال چلی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اپنی اس حرکت سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ حقیقتاً اس قتل میں بھوتوں کا ہاتھ ہے۔“

”لیکن آپ کے اس طرح قیقہے مار کر بیہوش ہو جانے کا کیا مطلب تھا۔“

”ای چیز نے تو مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد دی ہے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ جب ٹکین نے بوتل سے نکلا کر چھنا کا پیدا کیا تھا اس وقت سب سے پہلے میں ہی اسے دیکھنے کے لئے جھکا تھا۔ جیسے ہی میں جھکا، ایک تیز قسم کی نو نے میرا دماغ پر اگنہ کر دیا۔ لیکن اس وقت میں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن اس کا اثر آہستہ آہستہ میرے دماغ پر ہو رہا تھا۔ جیسے ہی گیڈڑ کی لاش برآمد ہوئی میں نے اس کی بیست کذائی دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ مجھے سخت حرثت تھی کہ آخر میں بھی کیوں نہ روک سکا۔ جبکہ اور لوگ خاموش تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کرنے لگا۔ انتہائی کوشش کے باوجود بھی میری بھی نہ رک سکی۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تم جانتے ہی ہو۔ ہاں تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان بوتوں میں کسی قسم کی گیس تھی جس کے اثر سے میری یہ حالت ہوئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دوسری بوتل کے منہ پر

ایک مضبوط کارک لگا ہوا تھا۔ خدا کرے ان احقوں نے اسے کھولانہ ہو۔ ورنہ ایک بہت سی اہم چیز ضائع ہو جائے گی۔“

”اف میرے خدا۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”اور اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ بدمعاشوں کا اڈہ کہیں کہیں قریب عی ہے ورنہ اتنی جلدی اتنا کمل پلان بنالیما آسان کام نہیں۔ بھی ذرا کارکی رفتار اور تیز کرو۔ کہیں ان میں سے کوئی اس بوٹل کو کھول نہ ڈالے۔“

حمید نے کارکی رفتار اور تیز کر دی۔

لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ ان دونوں کی روائی کے بعد یہ ایک کاشیل نے خالی بوٹل اٹھا لی اور اس کا کارک نکال کر سو گھنٹے لگا۔ اچاک اس پر بھی ٹھی کا دورہ پڑا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ فریدی اور حمید اس وقت وہاں پہنچے جب دوسرے کاشیل اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ سب بُری طرح خوفزدہ تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی انہوں نے بیک وقت جلدی سارا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ کئی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”چاہے تو کری رہے چاہے جائے..... وہاب کسی قیمت پر وہاں نہ ٹھہریں گے۔“

”تم لوگ ڈرونگیں۔“ فریدی نے انہیں دلاسر دیتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہ بوٹل نہ کھولتا تو کبھی اس حال کونہ پہنچتا۔ اب تم میں سے کوئی بے ہوش نہ ہو گا۔ لیکن اس کا افسوس ہے کہ اس نے اپنی یہ تو قوی سے میرا بہت نقصان کر دیا۔“

”میں کچھ سمجھنا نہیں۔“ انجارج نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”ان بوٹلوں میں کوئی نہ۔ آور اور ہنسانے والی گیس بند تھی۔“ فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔

”ہنسانے والی گیس.....“ انجارج نے کہا۔ ”رلانے والی گیس تو میں نے دیکھی ہے لیکن

ہنسانے والی گیس کا آج تک نام بھی نہیں سن۔“

”اگر رلانے والی گیس بن سکتی ہے تو ہنسانے والی گیس بنانے میں کیا دشواری ہو سکتی

ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مجرم کے علاوہ اور کسی نے اب تک اس طرف دھیان نہ دیا ہو۔“

”مگر صاحب آپ کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ انچارج نے کہا۔

”افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ چیز خالق ہی ہو گئی ورنہ میں سمجھا دیتا۔“

گیدڑ کی لاش اب تک اسی حال میں پڑی ہوئی تھی۔ فریدی نے آتشی شیشہ نکال کر بوٹا  
کا جائزہ لینا شروع کیا۔

”افسوس کہ اس کا نشیل کی الگیوں کے نشانات کے علاوہ کوئی اور نشان اس بوٹل پر نہیں  
اور یہ نوٹی ہوئی بوٹل کے نکلے..... ان پر بھی کچھ نہیں.....!“

”مگر وہ شعر.....!“ حمید جلدی سے بولا۔ ”کم از کم مجرم کی تحریر تو ہمارے ہاتھ آگئی۔“

”بہت اچھے۔“ فریدی اس کی طرف ترقی نظرؤں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”مگر حیرت  
ہے کہ مجرم اتنی احتیاط برتنے کے باوجود بھی یہاں کیسے چوک گیا۔ ذرا لیک کروہ کاغذ کھوایا۔“  
گیدڑ کی لاش سے وہ کاغذ کھول کر جب حمید پلانا تو اس کا منہ بُری طرح لکھا ہوا تھا۔

”اس پر تو میں نے دھیان میں نہیں دیا۔“ اس نے کہا۔

”کیا.....؟“

”یہ شعر کسی کتاب سے کاٹ کر اس کا غذ پر چپا دیا گیا ہے۔“

”یہ تو میں نے کہا کہ اتنے چالاک آدمی نے بھلا ایسی حماقت کیے کی۔“ فریدی نے  
کہا۔ ”حید صاحب اس مرتبہ اچھا خاصہ معمر ہاتھ آیا ہے۔“

## عجیب و غریب چڑیا

فریدی رومال بچا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ سگار کے لیے لیے کش لے رہا تھا۔ اس کی  
آنکھیں نہم خوابی کی سی حالت میں گیدڑ کی لاش پر بھی ہوئی تھیں۔ کا نشیل آپس میں سرگوشیاں  
کر رہے تھے۔ حید گز جسے کی بقیر مٹی نکال کر ایک طرف ڈیور کر رہا تھا۔ اسے اب بھی امید

تھی کہ جلد ہی کوئی چیز مل جائیگی۔ جس سے سراغ لگانے میں آسانی ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ تھک کر پیشانی سے پسند پوچھنے لگا۔ فریدی کی نگاہیں اب قرب و جوار کی زمین کا طواف کر رہی تھیں۔ دھنٹا وہ چونک پڑا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ انٹھ کر گڑھے کے پاس گیا اور پھر وہیں جھک کر کچھ دیکھتے ہوئے مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔

”حمد..... حمید یہاں آؤ۔ تمہیں ایک دلچسپ چیز دکھاؤں۔“

حمدہاتھ کی مٹی جھاڑتا ہوا اس کی طرف پکا۔

”یہ دیکھو.....“ فریدی نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا.....! مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔“

”ارے بھتی۔“ فریدی نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا۔

”جی ہاں یہ کسی چڑیا کے پیسوں کے نشان ہیں۔“

”تو کیا یہ عجیب بات نہیں۔“

”عجیب بات۔“ حمید قبھرہ لگاتے ہوئے بولا۔ ”مجھے تو اس میں کوئی عجیب بات نظر نہیں

آتی۔ بھلا کسی چڑیا کے پیسوں کے نشانات میں کیا عجیب بات ہو سکتی ہے۔“

”بھتی مان گیا۔“ فریدی ہستے ہوئے بولا۔

”کیا.....؟“

”سہی کہ تم زندگی بھرا ایک کامیاب جاسوس نہیں ہو سکتے۔“

”چلنے میں اسے مانے لیتا ہوں۔ لیکن آخر یہ تو بتائیے کہ ان نشانات میں عجیب بات

کون سی ہے۔“

”زمیں دیکھ رہے ہو لکھی سخت ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ابھی تک بارش بھی نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں کسی معمولی چڑیا کے پنجے اتنے گھرے نشانات نہیں بناسکتے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا وزن ڈھالی تین میں سے کسی طرح کم نہ ہو گا اور اتنے وزن کی

چڑیا کے ساتھ اتنے چھوٹے چھوٹے بیجوں کا تصور انتہائی ممکنہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ فوراً سوچو تو بالکل ایسا ہی لگتا ہے ناچیسے کسی اونٹ کو گوریا کے پنج عطا کر دیے گئے ہوں اور دوسری بات دیکھو، یہاں چار نشانوں کا درمیانی فاصلہ چار پار انگل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس جگہ چڑیا کے دو قدم پورے ہوئے۔ پہلی چیز یہ کہ اتنی ورن دار چڑیا اتنے چھوٹے چیر رکھتی ہے کہ وہ چار انگل سے زیادہ نہیں پہلی سکتے۔ یہ چاروں نشان یہاں نشان ختم ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر پھر ویسے ہی چار نشان۔ اس طبقہ میں لہزار دوسری ممکنہ خیز بات یہ ہوئی کہ یہ چڑیا ہر دو قدم چلنے کے بعد ڈیڑھ فٹ کی جست رکانی ہے آگے بڑھتے آؤ۔ یہ دیکھو کہیں بھی اس کے معمول میں فرق نہیں آیا۔ دو قدم چلنے کے بعد اس کے لئے ڈیڑھ فٹ اچھتا ضروری ہے۔ کہو کبھی اسی چڑیا خواب میں بھی دیکھی تھی۔ اس بتاؤ کیسی رہی۔“

”فریدی صاحب میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بھوت.....!“

”لاحوال ولاقوة.....!“ فریدی حمید کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ”پھر وہی چند پن کی باتعل۔“

”تو پھر اور کیا کیا جائے۔“

”ابھی کچھ کیا ہی کیوں جائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور دوسری بات یہ دیکھو یہ چڑیا اس طرف سے آئی، گزھے تک گئی اور پھر اسی طرف واپس چلی گئی۔“

”واتھی بڑی عجیب بات ہے۔“ حمید نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور دلچسپ بھی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اسکی عجیب و غریب چڑیا کا شکار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کیا تم اپنا پستول ساتھ لا لے ہو۔“

”پستول تو ہے میرے پاس.....مگر.....مگر.....!“

”اگر بڑا نہیں..... میری موجودگی میں یہاں کے بھوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔“ فریدی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا ان لوگوں کو ساتھ لے چلے گا۔“ حمید نے کاشیبلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”عجیب ڈرپوک آدمی ہو..... اتنے آدمی دیکھ کر اگر چڑیا اڑ گئی تو..... تمہیں تو کوئی

کہانیاں سنانے والی دادی اماں ہوتا چاہئے تھا۔ سرد بونو برخوردار.....!"

"چلنے صاحب۔" حمید مردہ کی آواز میں بولا۔

دونوں ان عجیب و غریب نشانات کو دیکھ کر آگے بڑھنے لگے۔ آگے چل کر پھر جہازیوں کا سلسہ شروع ہو گیا۔ جہازیوں کے درمیان ایک مل کھاتی ہوئی گڈٹھی دوستک چلی گئی تھی۔

"دیکھو میاں حمید یہ چڑیا ہم لوگوں کی طرح چکنے معلوم ہوتی ہے کہ جہازیوں میں گھنے کی

بجائے گڈٹھیوں ہی پڑتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کافی پڑھی لکھی بھی ہو۔ کیا خیال ہے۔"

"میں کیا بتاؤں..... آپ روحانیت وغیرہ کے تو قائل ہی نہیں۔ خیر بھی نہ کبھی تو قائل

ہوتا ہی پڑے گا۔ ممکن ہے کہ اسی کیس کے سلسلے میں آپ کو اپنے خیالات تبدیل کرنے پڑیں۔"

"بھی تمہیں اس سمجھے میں آنے کے لئے کس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے تو کسی خانقاہ کی

سجادہ نشانی ہی بہتر ہے۔ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین سمجھتا تھا۔ لیکن تم

نکلے زرے گاؤ دی۔ لا حول ولا قوۃ۔"

"آپ جو چاہیں کہیں مگر مجھے پورا لفظ ہے کہ یہ سب کسی انسان کا کام نہیں۔"

"اچھا چلو وہ بھوت ہی سکی۔ لیکن واضح رہے کہ میں اپنے علاقے میں ایسے نامعقول

بھوت کا وجود بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"دیکھئے ایسا نہ کہئے.....!" حمید جلدی سے بولا۔

"کیوں..... کیا بھوت تمہارے کوئی رشتہ دار ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں اپنے الفاظ واپس

لیتا ہوں۔"

"آپ تو سمجھتے نہیں۔" حمید رامان کر بولا۔

"کیا نہیں سمجھتا.....؟"

"خیر ہو گا..... ہٹائیے..... مجھے کیا۔"

"آپ خر کچھ کہو بھی تو۔"

"آب زیادہ احمق نہیں بننا چاہتا۔"

”کیا تم رہا مان گئے۔ ارے بھائی راستہ نئے کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہئے۔ معلوم نہیں  
ابھی اور کتنی دور چلنا ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ کچھ نہ اس کیس کو معمولی تفتیش کے بعد ٹالی دیا جائے۔ میں آپ  
کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”بھی بہت اچھے! کیا بات کہی آپ نے۔“ فریدی نے حمید کی پیشہ ٹھوکتے ہوئے کہا۔  
”لیکن حمید صاحب یہ پہلا کیس ہے جس میں مجھے صحیح معنوں میں لطف آ رہا ہے۔“

یہ دونوں اب چڑیا کے بیجوں کے نشانات پر چلتے ہوئے تقریباً ایک میل نکل آئے تھے۔  
یہاں آ کر وہ پلڈ عذی ایک بھی سڑک سے مل گئی تھی۔ سڑک کے اس پار پھر گھنیری جھاڑیوں کا  
سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہاں وہ نشانات بھی مت گئے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف بھی  
نشانات نہ ملے۔ فریدی کچھ دیر تک کھڑا سوچتا رہا پھر چلکی بجا کر بولا۔

”تو حمید صاحب وہ چڑیا یہاں تک پیدل آئی۔ اس کے بعد پھر موڑ پر بیٹھ کر ٹال کی  
طرف روانہ ہو گئی۔“

حمدید بے ساختہ ہنسنے لگا۔

”اس وقت مجھے اپنا بچپن یاد آ رہا ہے۔“ حمید اُسی روکتے ہوئے بولا۔

”تم شاید مذاق بکھر رہے ہو۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یہ دیکھو موڑ کے پیوں کے  
نشانات جنوب کے طرف کہیں نظر نہ آتے۔ کوئی موڑ یہاں تک لے آیا۔ اس کے بعد پھر  
جنوب کی طرف سے ٹال کی طرف گھمایا گیا۔ سینیں سے چڑیا کے بیجوں کے نشانات بھی  
غائب ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ چڑیا موڑ کی آواز سن کر اڑ گئی ہو۔“

”پھر وہی بچپنے کی باتیں۔ ارے میاں اگر وہ ذہنی تمن من کی چڑیا اڑ سکتی ہوتی تو اتنی  
دور پیدل کیوں آتی۔“

”سہی رہی بے پر کی۔“ حمید قہقهہ لگا کر بولا

”خبر خدا کا شکر ہے کہ تم نہیں تو۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ ”اچھا آؤ۔۔۔ اب اس موڑ

کے پیچے چلیں۔"

"تو گویا وہ سانپ نکل جانے کے بعد لگر پینے کی شش صادق آیا جاتی ہے۔" حمید زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب تو چنانچہ جاتا۔ پہلے آپ یہ تو بتائیے کہ آپ کس پلان پر عمل کر رہے ہیں۔ تب ہی چل سکوں گا۔"

"پچ سو مت بنو۔ چلو انہوں۔ گرمی کے مارے بڑا حال ہورہا ہے۔ غنیمت بھی ہے کہ آج لوٹیں چل رہی ہے۔"

"تو کیوں نہ ہم لوگ اپنی کاریہاں لے آئیں۔ اور پھر۔!"

"اچھا بکومت ہمیں پیدل ہی چلتا ہے۔" فریدی نے تیخ بجھ میں کہا۔

"تو میں کب کہتا ہوں کہ پیدل نہ چلوں گا۔" حمید نے ایسے مخصوصاً تیخ میں کہا کہ فریدی کو بے ساختہ بھی آگئی۔

دونوں پھر موڑ کے پھیلوں کے نشانات دیکھتے ہوئے شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ آگے چل کر جھاڑیوں کے سلسلے کم ہو گئے تھے۔ تقریباً چار فرالاگ چلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤں دکھائی دیا۔ کچی سڑک اس گاؤں کے باہر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ دونوں چلتے رہے۔ ایک پختہ اور نیوضع کی عمارت دور سے ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ غالباً اس گاؤں کے زمیندار کا مکان معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

دونوں عمارت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہ نئے طرز کی ایک بڑی عمارت تھی جس کے آگے چار دیواری میں گمراہوا پائیں باغ تھا۔

"دیکھئے یہ موڑ کے پھیلوں کے نشانات میدان حشر میں لے جاتے ہیں یا۔۔۔!"

"مظہرو۔۔۔!" فریدی حمید کی بات کاٹا ہوا زمین پر جک گیا۔

حمید برا سامنہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دیکھو۔۔۔ شاید وہ چیزیں ہیں پر موڑ سے اتری ہے۔ فریدی نے چیز کے بیچوں کے نشانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کہیں کہیں نظر آ رہے تھے، فریدی نشانات کو دیکھتا

پائیں باغ کے پھانک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں باغ میں داخل ہو گئے۔“  
اچانک ایک بڑا کتا غرما تا ہوا ان کی طرف جھپٹنا۔

”جیک..... جیک.....!“ ایک نسوانی آواز آئی اور کتا دم ہلاتا ہوا لوٹ گیا۔

”آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ عورت قریب آ کر تیز لمحے میں بو لی۔ یہ ایک قبول صورت جوان عورت تھی۔ لباس کارکھ رکھا و اور انداز گنتگو ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس گھر کی مالکہ ہے۔ اس نے پیازی رنگ کی جارجٹ کی سازھی چین رکھی تھی۔ بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ایک عجیب حرم کی کشش تھی۔ سرجنٹ حید ایک خوبصورت اور جوان عورت کو اپنے قریب دیکھ کر کچھ بولکھلا سا گیا۔ لیکن فریدی کے انداز میں کسی حرم کی تبدیلی نہ ہوئی۔ وہ نہایت پر سکون لمحے میں بولا۔ ”محترم! ہم لوگ ملکہ سرا غرسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ چونکے تو۔“ اس نے ٹھریہ انداز میں کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ فریدی نے متھر ہو کر کہا۔

”بہت خوب..... تو گویا آپ لوگ اس باغ میں بفرض تفریح تشریف لائے ہیں۔“

”جی نہیں..... ہم لوگ تو.....!“

”خیر چھوڑیے ان باتوں کو..... کچھ سراغ ملا..... میں بہت پریشان ہوں۔“ وہ بولی۔

فریدی اور حید حیرت سے ایک دوسرے کامنہ تکنے لگے۔

”محترم! بخدا میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو..... آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔“ وہ غصہ سے بولی۔

”دیکھئے صاف صاف بات سمجھئے۔ ہم لوگ ایک قتل کی تعقیش کر رہے ہیں۔“ فریدی نے بے ساختہ کہا۔

”قتل.....!“ وہ چوک کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئی بولی۔ ”کس کا قتل.....!“

”ایک گنمام آدمی کا۔“

”دیکھئے صاحب بیکار وقت ضائع نہ سمجھئے۔ آپ کو ایک عورت سے مذاق کرنے کی اچھی

خاصی سوال کئی ہے۔"

"مجھے ملاحظہ فرمائیے۔" فریدی نے اپنا ملاقاتی کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

"انکھوں کے فریدی۔" عورت نے آہستہ سے کہا۔ "فریدی صاحب! معاف کیجئے گا، میں بہت پریشان ہوں۔ پرسوں رات سے میری سیلی بھلا غائب ہے۔ وہ دو ماہ کے لئے یہاں آئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔ میں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی تھی۔ اس وقت سمجھی کہ شاید آپ لوگ اسی کے متعلق کوئی اطلاع دینے آئے ہیں۔"

"محترمہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔ ہم تو اس وقت ایک عجیب و غریب چڑیا کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ہمیں آپ کی سیلی کے متعلق کوئی اطلاع نہیں۔"

"مجھے سخت تشویش ہے..... اگر شام کو یہاں کی پولیس نے کوئی خبر نہ دی تو میں یقیناً اس معاملے کو آگے بڑھا دوں گی۔"

"اگر آپ مجھے اس چڑیا کی طالش میں مدد دے سکتے تو شکر گزار ہوں گا۔ آپ اطمینان رکھئے۔ میں آپ کی سیلی کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"بھلا میں کیا باتا سکتی ہوں۔ اس باغ میں دن بھر بے شمار پرندے آتے ہوں گے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں یہ پرندہ اپنی نوعیت کا ایک عی معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"یہی کہ اس کا وزن دوڑھائی من سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"آپ تو علم ہو شربا کی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ فس پڑی۔

"یہ سرجنٹ حمید ہیں۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ آپ ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کیجئے گا۔"

"اوہ کوئی بات نہیں۔" عورت مسکرا کر بولی۔

فریدی کو اپنی حمایت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے چڑیا کا راز اتنی جلدی کیوں اگل دیا۔  
گرمیوں کی دوپہر میں اتنی مسافت پیدل طے کر کے ذہنی توازن برقرار رکھنا آسان کام نہیں۔  
بہر حال اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً منسلک کر بولا۔

”محترمہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ آپ ہی کے معاملے کی تحقیقات کر رہے ہیں۔  
ابھی ابھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے تن میل کے فاصلے پر کسی گڑھ سے ایک لاش  
برآمد ہوئی ہے۔ لیکن وہ کسی تردی کی ہے آپ پریشان نہ ہوں۔“

”آپ کی تو کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ ابھی تو آپ چڑیا.....!“

”ٹھیک ہے.....ٹھیک ہے۔“ وہ اس کی بات کا شتاب ہوا بولا۔ ”ہم سراغ رسانوں کے کام  
کرنے کے طریقے عوام کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ بہر حال اگر تکلیف نہ ہو تو پہلے ہمیں تحوزہ اسا  
پانی پلایے۔ اس کے بعد ہم لوگ کسی قاعدے کی بات کے قابل ہو سکیں گے۔ آپ دیکھتی  
ہیں کتنی سخت دھوپ ہے۔“

”ضرور..... ضرور..... اندر تشریف لے چلتے۔“ وہ برآمدے کی طرف مژتی ہوئی بولی۔  
برآمدے میں پہنچ کر دونوں نے اپنے کوٹ اتار کر کرسیوں پر ڈال دیے اور رومال سے  
چہروں کا پسند پوچھتے آرام کرسیوں پر گر گئے۔

”یہاں بھی کافی تیش ہے۔“ عورت بولی۔ ”میرے خیال سے اندر ٹھیک رہے گا۔“

## لاش کی شناخت

ڈرائیور روم میں پہنچ وہ کرسیوں پر بیٹھ گے۔ عورت نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا۔  
ڈرائیور روم کو بہت ہی خوش سیلیگلی کے ساتھ سجا لیا گیا تھا۔ فرش پر ایک دیزی اور قیمتی قالین بچا  
ہوا تھا۔ صوفوں پر پھولدار ریشمی کپڑے کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بڑے

فریبوں میں آرٹ کے عمدہ نمونے نظر آرہے تھے۔ فریدی اس دبھی علاقے میں یہ شان و شوکت دیکھ کر تمیر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم شستے کے جگ میں خندنا پانی لایا۔

”میرے خیال سے کچھ کھا بھی لجئے۔“ عورت بولی۔

”جی نہیں شکریہ۔“ فریدی نے پانی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دونوں نے جی بھر کر پانی پیا۔ کچھ دنی تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

”واقعی بہلا دیوی کا اس طرح غائب ہو جانا حیرت انگیز ہے۔“ فریدی بولا۔

حید چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ حضرت چیزیں سے بہلا دیوی تک کیوں کر جا پہنچ۔

”کیا بتاؤں اسکے صاحب کہ مجھے کتنی پریشانی ہے۔“

”قدرتی بات ہے۔“ فریدی سر ہلا کر بولا۔

”اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔“

”کیا آپ نے انہیں اس کی کوئی اطلاع دی۔“

”اب تک تو نہیں..... سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا لکھوں۔“

”تو کیا وہ کہیں دور رہتے ہیں؟“ فریدی نے کہا۔

”جی ہاں..... کان پور میں..... اس کے والدین وہاں روئی کے بہت بڑے تاجر ہیں۔

شاید آپ نے نام سننا ہو گا۔ سینھ کرم چندر۔“

”اوہ اچھا..... تو وہ یہاں اپنے شوہر سے لا کر آئی تھیں۔“ فریدی بولا۔

”نہیں صاحب..... ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ وہ میری کلاس فلورہ چکی ہیں۔ یونی

تبدیلی آب و ہوا کے لئے یہاں آئی تھی۔ تقریباً ایک ماہ کی بات ہے۔“

”اور ابھی ایک ماہ اور رہنے کا ارادہ تھا۔“

”جی ہاں۔“

”کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی وجہ سے آپ کو اطلاع دیے بغیر کانپور چلی گئی ہوں۔“

”اُسی تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ نگے پر بغیر سامان لئے یہاں سے چلی جائے۔“

”نگے پر..... کیا مطلب۔“

”جی ہاں..... سارے سینٹل اس کے کمرے میں موجود ہیں اور وہ سارا سامان بھی جو وہ اپنے ساتھ لا لی تھی۔“

”حریت کی بات ہے۔“ فریدی حمید کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”اچھا یہ بتائیے اس دروازے میں ان کے پاس باہر سے کچھ خطوط بھی آئے تھے۔“

”جی ہاں..... یہ زیادہ تر ان کے والدین یا مغثیر کے ہوتے تھے۔“

”ہوں.....!“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”کیا آپ کو ان خطوط کے دیکھنے کا بھی اختیار ہوا۔“

”جی نہیں۔“

”ان کے مغثیر کا کیا نام ہے؟“

”رندھر سنگھ۔“

”رندھر سنگھ.....!“ فریدی تقریباً اچھلتے ہوئے بولا۔ ”کیا آپ نے اسے دیکھا بھی ہے۔“

”کئی بار.....!“

”کیا وہ بھی یہاں آیا تھا۔“

”نہیں میں اس سے کافی پور میں مل چکی ہوں۔“

”تب آپ کو میرے ساتھ کو تو ایسا تک چلنے کی زحمت کرنی پڑے گی۔“

”کیوں.....!“ عورت متھیر ہو کر بولی۔

”آج جس شخص کی لاش دھرم پور کے جگل میں ملی ہے اس نے بھی اپنا نام رندھر سنگھ ہی بتایا تھا۔“

”اڑے..... تو گویا..... تو گویا۔“ عورت کا گپتے گلی۔

”گھبرا نے کی کوئی بات نہیں۔“ فریدی اٹھتے ہوئے بولا۔ ”جلدی کیجئے۔“

دھننا دروازے پر کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی اور ایک اوچھے عمر کا مضبوط آدمی کرے میں داخل ہو کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خلاء میں تاک رہا تھا۔

اس نے چالوں قمیں چین کی تھی۔ بڑے سے لمبے چہرے پر اس کی بڑی بڑی ویران آنکھیں بہت بی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ دہانہ کافی پھیلا ہوا تھا اور دونوں کانوں پر گھنے بالوں کی لکیریں تھیں چہرہ اک طرح صاف تھا جیسے اس نے ابھی ابھی شیو کیا ہو۔ سانس کے ساتھ ساتھ اس کی پھولی ہوئی تاک کے تنخے پھول پچک رہے تھے۔ بازوؤں کی ابھری محچلیاں آستین کے اوپر سے صاف ظاہر ہو رہی تھیں۔

”یہاں کون ہے۔“ وہ گرج کر بولا۔

عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

”جی یہ مخدہ سراغِ رسانی کے اسکڑ فریدی صاحب ہیں۔ بولا والے کیس کی تحقیقات کے سلسلے میں آئے ہیں۔“ وہ بولی۔

”اچھا.....!“ وہ چڑی سے زمین ٹوٹتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ایک صوف پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”کہنے اسکڑ صاحب کچھ پتے چلا۔“

”ابھی تک تو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ مجھے اپنے ساتھ کوتاں لے جانا چاہتے ہیں۔“ عورت بولی۔

”کیوں.....!“ اس نے تیز آواز میں کہا۔

”یہاں کہیں کوئی قتل ہو گیا ہے۔“

”تو پھر اس قتل سے تمہیں کیا سروکار۔“ بوزھے کے لبھ میں حیرت تھی۔

”میرا خیال ہے کہ متول بولا دیوبی کا ملکیت ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”چلنے یک نہ شد دو شد۔“ وہ جھنجلا کر بولا۔ ”ابھی بولا ہی نے تاک میں دم کر رکھا تھا۔

اب ان کے ملکیت بھی اللہ کو پیارے ہو گئے..... لا حول ولا قوة..... جاؤ بھی جاؤ..... لیکن جلدی لوٹ آنا۔ خبردار! اب تمہاری کوئی منہوس کیلی اس گمراہ میں قدم نہ رکھنے پائے۔“

وہ تینوں اٹھ کر باہر آئے۔ عورت نے ڈرائیور سے کار لانے کو کہا اور تینوں شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”مختصر مہ! ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ کون صاحب تھے؟“

”خاکر دلیر سنگھ..... میرے مر جوم شوہر کے بڑے بھائی۔“

”تو کیا یہ نام بینا ہیں۔“

”مجی ہاں..... دو برس ہوئے ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی۔“

”اگر کچھ ہرج نہ ہو تو اپنے خادمان کے متعلق بھی بتا دیجئے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں بھیجی۔“ عورت فریدی کو گھورتے ہوئے بولی۔

”میں اپنی اطلاع کے لئے آپ کے خادمانی حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ..... کیا آپ نے مشہور سائنسدان پر کاش باجو کا نام نہیں سنایا۔ وہ میرے شوہر تھے،

تمن سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔“

”پر کاش باجو!“ فریدی نے آہستہ سے دہرایا۔ ”وہی تو نہیں جو جیل میں ڈوب گئے تھے۔“

”مجی ہاں وہی، ان کے بعد سے ان کے بڑے بھائی خاکر دلیر سنگھ میرے گھر ان ہیں۔

انہوں نے مجھے پاہنچی کے گھر نہیں جانے دیا۔ میرے پا ایک روشن خیال آدمی ہیں۔ وہ میری

دوسری شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انکا کردیا۔ مگر میں یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی

ہوں۔ آپ کو میرے خادمانی حالات سے کیا سروکار.....؟“

”اگر اس سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں..... یہ تذکرہ میرے لئے بہت سی اندازہ تاک ہوتا ہے۔“

کو تو اسی پہنچ کر ان پکڑ فریدی اسے لاش والے کرے میں لے گیا۔ لاش کو دیکھ کر عورت

بُری طرح کاپنے لگی۔ وہ سچ مچ بھلا کے مگتیر ہی کی لاش تھی۔ اس نے اکشاف پر کو تو اسی میں

مل چل چکی۔ رندیہ سنگھ اور بھلا کے والدین کو سرکاری طور پر تار دیئے گئے، عورت بُری طرح

خائن تھی۔ آفسروں کی گفتگو سے اس نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید اسے حرast میں لے لیا جائے۔

”فریدی صاحب! میں تو بڑی پریشانی میں پھنس گئی۔“ عورت پریشانی کے لمحے میں بولی۔  
 ”مگر ایے نہیں! چلنے میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ آؤ۔“  
 فریدی حمید کو کوتولی میں چھوڑ کر خود اس عورت کے ساتھ چلا گیا۔

## دوسری لاش

فریدی جب اس عورت کو پہنچا کروالیں آیا تو کوتولی میں سرجنت حمید کو اپنا منتظر پایا۔ حمید اسے نہیں طرح گھور کر دیکھ رہا تھا۔  
 ”کیوں بھی..... اس طرح کیوں گھور رہے ہو۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔  
 ”میں آپکے ہوتوں پر لپ اسک کے دھبے تلاش کر رہا تھا۔“ حمید نے سادگی سے کہا۔  
 ”بڑے گندے خیالات ہیں تمہارے۔“ فریدی منہ سکوڑ کر بولا۔  
 ”جی نہیں..... میں انجینئری پاک و صاف خیالات کا آدمی ہوں۔ جبھی تو میں یہاں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔“  
 ”اوہ! تو یہ کہوتم اچھے خاصے گدھے ہو۔ اگر تم میرے ساتھ ہوتے تو میں کبھی اتنے کام کی باقی نہ معلوم کر سکتا۔“  
 ”جی ہاں..... ایسے موقعوں پر بھی ہوتا ہے۔“ حمید بدستور اسی طرح منہ چلاتے ہوئے بولا۔  
 ”بھی خدا کے لئے اب تم جلدی سے شادی کر ڈالو ورنہ اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈو یو گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔  
 ”نہیں صاحب! آپ اطمینان رکھئے۔ میں اکیلا ہی ڈوبوں گا۔“  
 ”اچھا بس چند پن ختم کرو۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ ابھی تک رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ چلواب گھر چلیں۔ وہیں باقی ہوں گی۔ چلو جھیں ایک دلچسپ خبر سناؤں گا۔ میں

اس عجیب و غریب چیز کی تائیں کاٹ لایا ہوں۔“

حمدید حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔

گھر پہنچ کر دونوں نے کھانا کھایا اور ایک ایک سگار لٹا کر آرام کرسیوں پر گر گئے۔ فریدی دو تین لمبے لبے کش لینے کے بعد بولا۔ ”بھتی وہ عورت .....“

”کافی خوبصورت ہے۔“ حمید نے اس کی بات کاٹ کر جملہ پورا کر دیا۔

”پھر وہی حماقت کی باتیں۔“

”آخراپ اس موضوع سے کیوں بجا گتے ہیں۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”اس لئے کہ میری جنیت عورت کی بجائے خطرات میں پڑنے سے تکین پاتی ہے۔“

فریدی نے جواب دیا۔

”یہ سب قلف ہے ..... یا پھر ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کو کسی خاص موڑ میں بنایا ہو۔“

حمدید نے فس کر کہا۔

”خبر بھتی یہ باتیں پھر ہوں گی۔ میں یہ بتانے چاہتا تھا کہ اس عورت کا نام سروج ہے۔ وہ اپنے شوہر کے بڑے بھائی کے ساتھ اسی مکان میں رہتی ہے۔ وہ انداختا کر دلبر سنگھ بھی بڑی پر اسرار خصیت کا مالک معلوم ہوتا ہے۔ سروج کے شوہر کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ ایک سائنسدان تھا۔ آج میں نے اس کی لیہاڑی بھی دیکھی۔ جواب بہت خراب حالت میں ہے۔ اسے عجیب و غریب چیزیں جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔

میں نے اس کے ترتیب ہوئے عجائب گھر کی بھی سیر کی۔ دنیا بھر کی عجیب و غریب چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ بولا کے کرے کی علاشی لی وہاں کوئی خاص چیز نہیں مل سکی۔ اس کے دوران قیام میں اس کے پاس جو خطوط آئے تھے انہیں بھی دیکھا لیکن کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی۔ سروج اور دلبر سنگھ پر سوالات کی بوچھاڑ کی لیکن کوئی نتیجہ نہ لکلا۔ دلبر سنگھ انتہائی صدی اور چڑا آدمی ہے۔ اس نے کسی بات کا بھی جواب شرافت اور سنجیدگی سے نہ دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کافی دولت مند ہیں اور آمدی کا ذریعہ ان کی جائیداد ہے۔ ان کا حلقة احباب زیادہ وسیع

نہیں ہے۔ دو تین آدمی اکثر ان کے بیہاں آ کر پھر اکرتے ہیں اور بس..... ان میں سے ایک ڈاکٹر ہے۔ ایک ناجر اور ایک وکیل۔ یہ سب میں شہر میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ مخلوک چال چلن کا آدمی ہے۔ وہ ہے ڈاکٹر حیش لیکن یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ شہر والے تو اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ویسے وہ میری بلیک لست پر ہے اور شاید میرے علاوہ کوئی اور اس کے کارناموں سے واقف بھی نہ ہو۔“

”ابھی تک تو ان باتوں میں مجھے کوئی کام کی بات نظر نہیں آئی۔“ حمید نے کہا۔ ”سروج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”کوئی براخیال تو ابھی تک نہیں قائم کر سکا۔“

”لیکن مجھے تو وہ مخلوک نظر آتی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”مخلوک تو میں بھی تھا۔ لیکن اب یہ خیال بدل دینا پڑا کیونکہ اس چڑیا کی ٹلاش میں اسی نے مجھے مدد دی تھی۔“

”ہاں..... وہ چڑیا کی ٹانگوں کا قصہ کیا ہے۔“

”قصہ کچھ نہیں۔ جو خیال میں نے پہلے قائم کیا تھا وہ تکلا۔ میں نے دوران گفتگو میں سروج سے چڑیا کے بخوبی کا تذکرہ کیا۔ سارے واقعات سن کر وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اچانک چونک پڑی۔ میں نے اسے وہ نشانات دکھائے بھی۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ وہ مجھے اپنے شوہر کے عجائب گھر میں لے گئی اور کہنے لگی مجھے تجب ہے کہ انہیں کس نے استعمال کیا۔ اس جو تے کے تلے میں لو ہے کے بنے ہوئے چڑیا کے پنجے جلدے ہوئے تھے اس نے مجھے بتایا کہ اس کے شوہرنے یہ جوتے کسی سیاح سے خریدے تھے اور انہیں اپنے عجائب میں اضافہ کیجھ کروہاں رکھ دیا تھا۔ وہ سخت پریشان تھی۔ بار بار بھی کہتی تھی کہ آخر ان جو توں کو کس نے استعمال کیا۔ میں ان جو توں کو اپنے ہمراہ لیتا آیا ہوں اور اسی وقت انہیں فنگر پر نٹ فیپارٹمنٹ کے حوالے کر آیا ہوں۔ اگر مجرم نے موزے پکن رکھے ہوں گے تو اس میں اس کے پیروں کی انگلیوں کے نشانات ہونے ضروری ہیں۔“ فریدی خاموش ہو گیا۔

حیدریت سے منہ پھاڑے کن رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی وہ عورت جو توں کے استعمال کرنے والے سے ناقص ہے۔“

”اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے جوتے دکھانے کی بجائے انہیں تکف کر دیتی۔“

”ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی نظروں میں چڑیا کے بیجوں کی اتنی اہمیت دیکھ کر اس نے سبی مناسب سمجھا کہ جوتے آپ کے حوالے کر کے آپ کا شہر اس مکان کے رہنے والوں کی طرف سے دور کر دے۔ کیونکہ چڑیا کے بیجوں کے نشانات اس کے کپاڈ عذر میں بھی پائے گئے تھے۔“

”بہر حال اس سے اس کی بے گناہی تو ثابت ہی ہو گئی۔ رہ گئے اس گھر کے دوسرے لوگ یاد ہاں آنے جانے والے، تو ان کے علاوہ اور کون ان جو توں کو پہنچ سکتا ہے۔“

”کچھ بھی ہو..... معاملہ بہت الجھا ہوا ہے۔ میرے خیال سے تو اس گھر بھر کے لوگوں کو حرast میں لے لینا چاہئے۔“

”لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ میں نے سروج کو سمجھا دیا ہے کہ وہ ان جو توں کے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ دلیر علّکھ کو بھی یہ بات نہ معلوم ہونے پائے۔ ان لوگوں پر شبہ ظاہر کرنے سے قائل بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔“

”خوب بہر حال اب آپ نے کیا سوچا ہے۔“ حیدر نے جمالی لیتے ہوئے کہا۔

”میں گیارہ بجے کی گاڑی سے کان پور جا رہا ہوں۔“

”کیوں..... وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بولا اور رندھر کے والدین کو تار دے دیئے گئے ہیں۔“

”مجھے ان کے والدین سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تو یہ جانا چاہتا ہوں کہ رندھر یہاں آیا کیوں تھا۔ بہر حال میں کل رات تک یہاں واپس آ جاؤں گا۔ سروج کے مکان کی گھرانی کے متعلق ہدایات دے چکا ہوں اور تم خاص طور پر سروج پر نظر رکھنا۔“

”عجیب معاملہ ہے۔“ حیدر اکتا کر بولا۔ ”بھی آپ یہ کہتے ہیں کہ میرا شہر اس پر نہیں ہے اور بھی اس کی گھرانی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔“

”اگر اتنا ہی سمجھتے ہوتے تو میری جگہ پر ہوتے۔“ فریدی نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔  
”بہر حال جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرنا اور ہاں مگر انی سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس سے  
با قاعدہ عشق شروع کر دیں آپ کو تو بس موقع ملتا چاہئے۔“

”مطمئن رہئے۔ میں پر اپنی بہو بیٹیوں کو اپنی ہی سمجھتا ہوں۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”بہتر ہے کہ آپ انہیں پر اپنی ہی رہنے دیں۔ خیر مذاق چھوڑو۔ ہاں اس بات کا خاص  
خیال رکھنا کہ کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ مکان کی مگر انی ہو رہی ہے۔“

”مگر انی کے لئے میں نے انور، کمار اور وحید کو مقرر کیا ہے اور تم ان کے انچارج ہو۔ ان  
سے جو اطلاعات ملیں ان کا باقاعدہ روکارڈ رکھنا اور ہاں ڈاکٹر ٹھیش کی ڈپنسری کے پاس ایک  
نقیر بیٹھا ہے۔ اس سے تمہیں ڈاکٹر ٹھیش کے متعلق اطلاعات ملیں گی۔ انہیں بھی محفوظ رکھنا۔“

”فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کے سوار کا گنجان دھواں فضائیں مرغولے بنا رہا تھا۔ تھوڑی  
دریکچہ وہ چپ رہا پھر آہستہ سے بولا۔“ ابھی تک لنگر پرنٹ ڈپارٹمنٹ سے کوئی خبر نہیں آئی۔

مجھے تو امید نہیں ہے کہ جوتے میں کسی تم کے نشانات مل سکیں۔ قاتل انتہائی چالاک ہے۔ اس  
نے ایسی حماقت نہ کی ہو گی۔“

”ایسا ممکن ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اس کے فرشتوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آسکتی  
کہ آپ کا ہاتھ ان جتوں تک پہنچ سکے۔“

”بہر حال ابھی تھوڑی دری میں معلوم ہو جائے گا۔“

پھر خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دری بعد برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک آدمی اندر واٹھل ہوا اور  
فریدی کے ہاتھ میں کاغذ دے کر خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

”لو دیکھو رپورٹ آگئی۔“ فریدی نے کاغذ حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”کسی تم  
کے نشانات نہیں مل سکے۔ حالانکہ نشانات ہونے چاہیں تھے۔ کیونکہ آج کل گرسوں میں عموماً  
ب سب کے پیور کچھ نہ کچھ ضرور پڑھتے ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔“

وہ تمہوزی دیری تک کچھ سوچتا رہا پھر آنے والے کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اب تم جاسکتے ہو۔"  
"اچھا بھی اب میں روائی کی تیاری کروں۔ دیکھو بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ذرا بھی چیز کے نہیں کر کام گذا۔"

"آپ اطمینان رکھئے۔ اب میں پوری پوری احتیاط کروں گا۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
"اس وقت فو بیجے ہیں لاش کی شناخت کے وقت سے لے کر گیا رہ بیجے تک کے وقٹے  
میں ایک کے علاوہ اور کوئی ٹرین کا پورہ نہ جائے گی۔"

"میں آپکا مطلب سمجھ گیا لیکن دوسرا کوئی کار سے بھی جا سکتا ہے۔" حمید نے مڑ کر کہا۔  
"بہت ملکن ہے کہ ایسا ہو بھی گیا ہو لیکن بے سود۔ رندھر سنگھ کے مکان کے قریب پرندہ  
بھی پرنہ مار سکے گا۔ میں نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا ہے۔ لاش کی شناخت کے بعد ہی میں  
نے کانپور کے ہجکے سراغ رسانی کو بذریعہ نام طلب کر دیا تھا۔ اس وقت رندھر سنگھ کے مکان کے  
ایک ایک کمرے میں پولیس کے آدمی تھیں ہوں گے۔"

"تو پھر اب آپ کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" حمید نے کہا۔

"بھی ہر ایک کے کام کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔ اچھا اب میں ذرا اپنا سامان  
درست کرلوں۔" فریدی نے یہ کہہ کر مژنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"وحید.....!" فریدی نے چونک کر کہا۔ "کیا بات ہے۔"

وحید کا سانس پھوٹا ہوا تھا۔ وہ رک کر دم لینے لگا۔ پھر رک رک کر بولا۔ "ایک .....  
لاش ..... اور .....!"

"کیا مطلب .....؟" حمید جلدی سے بولا۔

"میں انکیٹر صاحب کی ہدایات کے مطابق اس مکان کی گمراہی کے لئے جا رہا تھا۔ جب  
میں اس جگہ پہنچا جہاں سے رندھر کی لاش برآمد ہوئی تھی تو مجھے بہت سخت بدبو محسوس ہوئی۔  
اندھیرا اچھل چکا تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی میں ایک عورت کی لاش دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا  
جیسے وہ کہنی سے کھو دکر ٹکالی گئی ہو۔"

”تو پھر تم نے کیا کیا۔“ فریدی نے جلدی سے کہا۔

”میں قریب کے درجات سے چار پانچ آدمیوں کا انتظام کر کے لاش کو توالی ٹھوا کر لایا ہوں۔“

”یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ حمید میرا جانا نہیں رک سکتا۔ یہ لاش دراصل میرے روکنے کے لئے ہی نکالی گئی ہے۔ اچھا بتاؤ یہ لاش کس کی ہو سکتی ہے۔“

”بھلامیں کیا بتا سکتا ہوں۔“ حمید نے کہا۔

”یہ اسی عورت کی لاش ہے۔ جس کا تذکرہ رندھیر نے کو توالی اتھارج سے کیا تھا۔ یعنی بولا کی لاش۔“

”اے.....!“ حمید نے چوک کر پیچھے بٹتے ہوئے کہا۔ ”لیکن آپ دووق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“

”ابھی تمہیں یقین آجائے گا۔ تم سید ہے سروج کے بہاں چلے جاؤ اور اسے لے کر کو توالی آؤ۔ دلیر سنگھ اگر اسے تھانہ آنے دے تو اسے بھی لیتے آنا اور ہاں دیکھو سب کام اختیاط سے کرنا۔ ممکن ہے کہ واپسی میں مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔ اس لئے ”گڈھاٹ“ فریدی یہ کہتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

## دلچسپ سفر

دلی ایکسپریس پوری رفتار سے جتنی چلکھڑتی بھاگ رہی تھی۔ ان پکڑ فریدی ایک معمر آدمی کے بھیس میں فرست کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ گرمی کی وجہ سے اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور اگر شاید اس وقت نیند آتی بھی تو نہ سوتا کیونکہ سامنے والی بر تھہ پر لیٹا ہوا سکھ اسکی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

وہ دو تین اٹیشن کے بعد سوار ہوا تھا اور اس وقت کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔ سب سے زیادہ دلچسپی چیز یہ تھی کہ اس نے اس وقت بھی سیاہ عینک پہن رکھی تھی۔ فریدی سوچنے لگا کہ اگر اس